ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
26 دسمبر 02ء تا 2 جنوری 03ء

☆ خطرناک امریکی عزائم اور ہمارے لئے لائحہ عمل! (اداریہ)
☆ پاکستان کو رہا کرو!! (احوالِ وطن)
☆ پاکستانی معاشرے میں غیر اسلامی رسم ورواج (لمحۂ فکریہ)

خیر وشر کی کشمکش میں فیصلہ کن قوت

''دعوت اسلامی لوگوں کے سامنے ایک حقیقت پسندانہ نظام زندگی پیش کرتی ہے۔ ایسا نظام جوان کے ضمیر کے اندر بھی قائم ہوتا ہے' جوان کے مال پر بھی حکمران ہوتا ہے' جوان کی زندگی کے تمام امور پر حکمران ہوتا ہے' جوان کی معیشت پر بھی حکمران ہوتا ہے جو ایک منصفانہ اور سیدھا نظام ہوتا ہے۔ لیکن دنیا کا قانون ہے کہ شر ایسے منصفانہ' عادلانہ اور خیر پر مشتمل سیدھے نظام کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتا۔ کوئی باطل کو خیر' عدل اور استواری کو محبوب نہیں رکھتا' اور کوئی ظلم عدل' مساوات اور شرافت کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لئے دعوت اسلامی کی مخالفت میں اصحاب شر' اصحاب باطل اور ظالم کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسلام کے خلاف تمام گندے اور مفاد پرست اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہیں۔ ظالم اور متکبر بھی اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ظلم اور استکبار سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس کے مقابلے میں تمام بداخلاق اور بے راہ روی اختیار کرنے والے لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی اخلاقی بے راہ روی اور شہوت رانی کو ترک نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اصحاب خیر کے لئے ان سب کے ساتھ جہاد ضروری ہے اور ان کے مقابلے میں صبر اور مصابرت فرض عین ہے۔ نیز اس کام کے لئے مسلسل چوکیداری اور اسلامی کوسٹ گارڈز کی ضرورت ہے تاکہ یہ نہ ہو کہ امت مسلمہ کے خلاف کوئی اچانک حملہ آور ہو جائے' جبکہ ایسی قوتیں ہر سرزمین اور ہر نسل میں اس کے خلاف تاک لگائے ہوتی ہیں۔ باطل کے مقابلے کے لئے وہ چوکیدار کون سا ہے؟ وہ بیدار چوکیدار ''تقویٰ'' ہے جو دل کے دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے جو اسے غافل ہونے نہیں دیتا۔ وہ اسے ضعیف ہونے نہیں دیتا اور اسے حدود سے گزرنے بھی نہیں دیتا اور وہ اسے راہ راست سے بھٹکنے نہیں دیتا۔''

(سید قطب شہید کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' جلد اول' ترجمہ سید معروف شیرازی سے ایک اقتباس)

الھدیٰ — سورۃ البقرہ (۸۳) — ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَ اِلٰھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ۝ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّھَارِ وَ الۡفُلۡکِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ
بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِھَا وَ بَثَّ فِیۡھَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۪ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ
السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۝﴾ (آیات: ۱۶۳، ۱۶۴)

''اور تمہارا معبود ایک ہی الٰہ ہے' نہیں کوئی الٰہ بجز اس کے' وہ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی گردش میں اور اُن کشتیوں میں جو چلتی ہیں سمندر میں وہ چیزیں اٹھائے جو نفع پہنچاتی ہیں لوگوں کو' اور اللہ تعالیٰ کے آسمان سے بارش نازل کرنے میں جس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں ہر قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلتے رہنے میں اور بادل جو حکم کا پابند ہو کر آسمان اور زمین کے درمیان (لٹکا رہتا) ہے (ان سب میں) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔''

تمہارا معبود تو وہی رحمٰن ہے جس کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہے' جس کی رحمت جوش اور تلاطم میں ہے۔ وہ ''الرحیم'' ہے جس کی رحمت میں دوام ہے۔ اس کے بعد ایک طویل آیت ہے جسے آیت الآیات کہنا چاہئے۔ قرآن مجید میں مظاہر فطرت کو آیات الٰہی قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کو غور سے دیکھو کہ وہ کس کی قدرت ظاہر کر رہے ہیں؟ کس کے علم کا ظہور اُن کے اندر نظر آتا ہے؟ جیسا کہ تصویر اگر اچھی ہو تو یہ مصور کا کمال ظاہر کرتی ہے۔ تصویر کی اپنی حیثیت تو کچھ نہیں وہ تو مصور کی عظمت کی دلالت کر رہی ہے۔ اسی طرح یہ پوری کائنات اپنے خالق کے کمالِ علم' کمالِ حکمت اور کمالِ قدرت کی واضح نشان دہی کر رہی ہے۔ مظاہر قدرت پر غور کی دعوت دینا کئی آیات میں تو بہت ہے لیکن جس طرح یہاں ایک ہی آیت میں بہت سے مظاہر کو جمع کر دیا گیا ہے' اس اجتماع کی کوئی اور مثال پورے قرآن میں نہیں ملتی۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے واقع ہونے میں اور ان کشتیوں میں جو دریا اور سمندر میں وہ سامان لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کے لئے مفید ہوتا ہے پھر یہ کشتیاں اُس پانی پر چل رہی ہیں جو اللہ نے آسمان سے اتارا ہے جس سے وہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے یعنی بارش کے ساتھ بے آب و گیاہ اور بے رونق زمین میں زندگی کی تازگی نظر آنے لگتی ہے۔ پھر زمین پر کتنے جاندار کس کس شکل و صورت میں پیدا کر دیئے ہیں اور ان ہواؤں کے چلنے میں جو کبھی پورب سے پچھم کی طرف اور کبھی پچھم سے پورب کی طرف چلتی ہیں۔ یہ پورا نظام جس سے یہ بارشوں کا سارا نظام وابستہ ہے' موسموں کا تغیر و تبدل اور ہواؤں کا الٹ پھیر اسی نظام کا حصہ ہے۔ پہلے بادبانی جہاز ہوتے تھے اُن کے چلنے کا مدار ہواؤں کے رُخ پر ہوتا تھا۔ اگر ہوا موافق ہے تو جہاز چل رہا ہے اگر ہوا موافق نہیں ہے تو منزل کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔ اسی طرح ان بادلوں کو دیکھو کہ کس طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہیں۔ ان تمام چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے اور غور کرتے ہیں کہ یہ چیزیں کس کی قدرت' صناعی اور کاریگری کا پتہ دے رہی ہیں۔ کس کی حکمت بالغہ اور کس کا علم کامل ان کے اندر کارفرما ہے! یہ تمام چیزیں درحقیقت اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھنے' غور کرنے اور پہچاننے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ ان نشانیوں کو دیکھ کر جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا اُس کی محبت سب سے زیادہ اللہ کے ساتھ ہو جائے گی۔ چاند' سورج اور دوسری تمام چیزیں اُس کی نگاہوں میں نہیں جچیں گی۔ وہ سمجھ لے گا کہ یہ تمام چیزیں تو اللہ نے بنائی ہیں اور یہ انسانی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں لہٰذا وہ ہرگز اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے گا اور یہ بات عین قابلِ فہم ہے۔

فرمانِ نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

جنت میں داخل کرانے اور دوزخ سے بچانے والے اعمال

''حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دُور کر دے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا البتہ تم نے بڑی بھاری چیز کا سوال کیا اور درحقیقت (وہ کوئی بڑی بھاری چیز بھی نہیں ہے) اللہ جس پر آسان کر دے تو ضرور آسان ہے (اس کے بعد فرمایا وہ چیز یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت کرے (اس طرح) کہ کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہیں خیر کے دروازے نہ بتا دوں؟ (سنو) خیر کے دروازے یہ ہیں۔ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کی نماز رات کے درمیان (یہ عمل بھی گناہ کو بجھا دیتا ہے) اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿تتجافی جنوبھم ...... کانوا یعملون﴾ ''ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید کے ساتھ پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کوئی نہیں جانتا جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ کیا گیا ہے۔ بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے۔'' اس کے بعد فرمایا کیا تجھے دین کی اصل چیز اور اس کا ستون اور اس کا چوٹی کا عمل نہ بتا دوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں' فرمایا دین کی اصل چیز اسلام ہے (یعنی حکم سن کر فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہو جانا) اور دین کا ستون نماز ہے اور اس کا چوٹی کا عمل جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا میں تجھ کو ایسا عمل نہ بتا دوں جس کے ذریعہ ان سب اُمور پر قابو پایا جا سکے۔ میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! اس پر آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا اس کو اپنے حق میں مصیبت بننے سے روکے رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ کیا ہمارے بولنے پر (بھی) ہماری گرفت ہو گی؟ اس کے جواب میں فرمایا معاذ! تیری ماں تجھے گم کر دے۔ لوگوں کو منہ کے بل جو دوزخ میں اوندھا کر کے گرا دیں گے وہ ان کے زبانوں کے ہی تو نتیجے ہوں گے۔'' (ترمذی)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

خطرناک امریکی عزائم اور ہمارے لئے بہترین لائحہ عمل

امریکہ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے بڑی ڈھٹائی سے آگے بڑھ رہا ہے' کبھی تیز رفتاری سے اور کبھی کسی مصلحت یا عارضی رکاوٹ کے باعث سست رفتاری سے۔ اس کے اہداف متعین ہیں اور ان کے حصول کے لئے کسی قانون اصول یا اخلاقیات کا پابند ہونا اس کے نزدیک حماقت ہے۔ اصل الاصول اپنے ہدف یا اہداف کا حصول ہے' ذریعہ یا راستہ کوئی بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ کبھی مغرب کی طرف پیش رفت کر کے اور کبھی مشرق کی جانب' کبھی اشتراکیت کو انسانیت کے لئے بدترین خطرہ قرار دے کر اور مذہبی افراد اور جماعتوں کو اپنا دست و بازو بنا کر ان کا تیا پانچہ کر کے اور کبھی انہی مذہبی عناصر کو بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دے کر ان پر آہن و آتش کی بارش برسا کر۔ کبھی صدام کی پیٹھ ٹھونک کر کویت اور ایران پر حملہ کر کے اور کبھی صدام کو امن عالم کے لئے آتش فشاں قرار دے کر مشرق وسطیٰ میں عسکری ڈیرے ڈال کر۔

جدید دور میں چونکہ اقتصادی شکنجہ اور سیاسی کنٹرول عسکری قبضے سے زیادہ مفید ثابت ہو رہا ہے لہٰذا ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے ادارے اقتصادی سطح پر اور اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے ادارے سیاسی سطح پر حصول مقاصد کے لئے قائم کئے گئے۔ چنانچہ صرف چار سال پہلے پاکستان نے ایٹمی دھماکے کئے تو ورلڈ بینک نے بدترین اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں لیکن 11 ستمبر 2001ء کے بعد پاکستان کے قرضے ری شیڈول کر دیئے گئے بلکہ ایک ارب ڈالر کے قرضے معاف کرنے کی بھی کم از کم تشہیر ضرور کی گئی' اس لئے کہ پاکستان کے ہمسایہ ملک افغانستان پر قبضہ کرنے اور قدم جمانے کے لئے پاکستان کا تعاون درکار تھا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ امریکہ کا اصل ہدف کیا ہے! وہ چاہتا کیا ہے اور نیو ورلڈ آرڈر سے اس کی مراد کیا ہے؟ ہماری رائے میں اس کا ہدف دنیا بھر کی معیشت پر مکمل قبضہ اور دنیا کے ہر ملک پر سیاسی کنٹرول کا حصول ہے۔

امریکی نقطہ نظر شاید یہ ہے کہ جو ملک اور جو قوم اپنے آپ کو خود پیش کر دے کہ امریکہ ہمارے وسائل کا رس چوس لے' ہم خود پھوک پر گزارہ کر لیں گے' مزید برآں یہ کہ ہماری جغرافیائی حدود کو اور ہماری فضاؤں کو دیگر ممالک میں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جیسے چاہے استعمال کرے' تب وہ ہمارا دوست ہے۔ پھر وہاں خواہ جمہوریت ہو یا آمریت' بلکہ ملوکیت بھی قبول ہے۔ لازم صرف یہ ہے کہ واشنگٹن کے احکامات کے آگے چوں و چرا نہ کرے۔ چنانچہ جو ملک اپنے وسائل کو نچوڑ کر امریکہ کی خدمت میں پیش کرنے کو تیار نہیں ہوتا امریکہ اُسے دہشت گردوں کی پناہ گاہ قرار دے کر یا کسی نظریاتی حوالے سے بدی کا محور قرار دے کر تباہ و برباد کرنے پر تل جاتا ہے۔ قارئین نوٹ کریں کہ وہ اسلامی ممالک جو قدرتی و معدنی وسائل سے مالا مال ہیں امریکہ کسی نہ کسی بہانے سے انہیں نشانہ بنا رہا ہے۔ افغانستان زیر زمین معدنی دولت کے لحاظ سے دنیا کا امیر ترین علاقہ ہے۔ عراق میں مشرق وسطیٰ کے کل تیل کے 25 فیصد ذخائر ہیں۔ ایران بھی تیل و گیس کی دولت سے مالا مال ہے۔ ایران اور پاکستان کے صوبہ بلوچستان کا مشترکہ ساحل ایک ہزار میل لمبا ہے اور مشرق وسطیٰ کے تیل کی مغرب کو ترسیل کے لئے واحد بحری راستہ ہے۔ لہٰذا امریکہ افغانستان کو تباہ و برباد کر کے اس پر قبضہ کر چکا ہے۔ عراق سے یہی سلوک شاید اب مہینوں کی نہیں' دنوں کی بات ہے۔ ایران کو بدی کا محور قرار دیا جاچکا ہے۔

امریکہ کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جانے کے بعد ہمیں جائزہ لینا ہے کہ وطن عزیز پاکستان کہاں کھڑا ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا پاکستان ان اوصاف کا حامل ہے جو امریکہ کا نشانہ بننے کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ راقم کی رائے میں امریکی عزائم کے حوالہ سے سب سے پہلے پاکستان کو امریکی غیظ و غضب کا نشانہ بننا چاہئے تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے پاکستان کو ایسی جغرافیائی وضع قطع عطا فرمائی ہے کہ پاکستان کا وجود کسی نہ کسی انداز میں امریکہ کی ضرورت بن جاتا ہے اور امریکہ اپنے قہر اور غضب پر عارضی طور پر محبت اور دوستی کا نقاب چڑھا کر اپنے اصل عزائم کو وقتی ضرورت کے تحت التوا میں ڈال دیتا ہے۔ امریکہ نے آج تک دنیا میں جو توڑ پھوڑ کی وہ نظریہ کی بنیاد پر کی ہے یا وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے کی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت بھی ہے اور معدنی دولت کے حوالہ سے سارا پاکستان خصوصاً بلوچستان بے مثل صوبہ ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان امریکہ کو کھٹکنے والی ایک اضافی صفت کا حامل بھی ہے یعنی ایٹمی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس پس منظر میں امریکی انتظامیہ انتہائی احمق ٹھہرے گی اگر پاکستان کو کھلا چھوڑ دے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان جیسا چھوٹا اور کمزور ملک اپنے بارے میں امریکی عزائم کو کیسے ناکام بنا سکتا ہے۔ اس معاملے میں عوام اور حکمرانوں کی سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حکمران امریکہ دشمنی کو سمجھتے نہیں بلکہ صرف شدتِ احساس کا فرق ہے۔ پھر یہ کہ ہماری ہر حکومت جلد عوامی حمایت سے محروم ہو جاتی ہے اور کرسی بچانے کے لئے امریکہ کا سہارا حاصل کرتی ہے جبکہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا ہے۔ ہمارے حکمران خصوصاً فوجی حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ ایٹمی صلاحیت برقرار رکھی جائے' وہ بھی کم از کم سطح پر تاکہ بھارت کا مقابلہ کیا جاسکے' اس کے علاوہ تمام امریکی مطالبات قبول کر کے امریکہ کے غیظ و غضب سے بچا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ ہمارے حکمرانوں کا بھولپن ہے۔ امریکہ کسی مسلمان ملک کے پاس ایٹمی صلاحیت نہیں رہنے دے گا۔ ہماری رائے میں حکمرانوں کو پاکستان کو امریکہ کے خطرناک عزائم سے بچانے کے لئے درج ذیل تدبیری نوعیت کے اقدامات کرنے چاہئیں:

1) پسپائی یا خوف کو بطور پالیسی اختیار نہ کیا جائے۔

2) حکمران عوام پر اعتماد کریں اور امریکہ کی بجائے عوام کو اپنی پشت پر رکھیں۔

3) مالی ڈسپلن قائم کئے بغیر کوئی ملک خوشحال نہیں ہوسکتا لہٰذا سختی سے مالی ڈسپلن قائم کریں۔ معاشی طور پر مستحکم پاکستان ہی خارجی دباؤ کا مقابلہ کر سکے گا۔

4) غیر ترقیاتی اخراجات کو ازحد کم کر دیں۔

(باقی صفحہ 15 پر)

ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور	مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور	بانی: اقتدار احمد مرحوم
سی پی ایل نمبر: 127 جلد: 11 شمارہ 51	پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری	مدیر: حافظ عاکف سعید
سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے	مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون 5869501-03	نائب مدیر: فرقان دانش خان

یورپی نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلمان ممالک نے کہیں بھی اسلامی نظام قائم نہ کیا

عذابِ الٰہی سے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ دنیا کے کسی ایک خطے میں اسلام کا نظام عدل وقسط قائم کیا جائے

پاکستان ہی وہ مناسب خطہ ہے جہاں دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی نظام اپنی کامل ترین صورت میں نافذ ہوسکتا ہے

متحدہ مجلس عمل کو اب اس امر کا احساس ہوجانا چاہئے کہ اسلامی نظام کا کامل نفاذ انتخابی سیاست کے ذریعے ممکن نہیں

اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اسی طریقِ کار کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنایا تھا

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 20 دسمبر 2002ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ابتدائے آفرینش سے اقوام عالم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کے ہاں پیغمبر بھیجا جائے اور وہ اس پیغمبر کی تعلیمات کو مسترد کردے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذابِ استیصال (مکمل تباہی کا عذاب) مسلط کر دیتا ہے۔ البتہ موجودہ مسلمان اُمت کا معاملہ اس سے کسی قدر مختلف ہے۔ آخری اُمت ہونے کی وجہ سے یہ مکمل تباہی سے تو محفوظ ہے تاہم اس بڑی اُمت کے اندر مختلف اقوام کو کئی موقعوں پر سزا دی جاتی رہی ہے۔ مسلمانوں کو ان کی بے عملی کی پہلی نمایاں سزا تاتاریوں کے ہاتھوں ملی۔ لیکن جب انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے دوسرا عذاب یورپی نوآبادیاتی نظام کا تسلط تھا جس کے تحت تقریباً تمام مسلمان امت کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا تھا۔ تاہم مختلف مسلم ممالک کے اندر مختلف انقلابی اور حریت پسند تنظیموں کی تحریکوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے رحم وکرم فرماتے ہوئے بالآخر مسلمان اقوام کو آزادی کی نعمت سے نوازا۔ سیاسی آزادی کے حصول کے بعد جو بنیادی غلطی مسلمان ممالک نے کی وہ یہ تھی کہ انہوں نے کہیں بھی اسلامی نظام کو قائم نہیں کیا۔ اس جرم کے نتیجے میں اب تیسری سزا یہود کی سرپرستی میں عالم کفر کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم وستم کی صورت میں جاری ہے۔ اُمت مسلمہ جو حاملِ قرآن ہونے کی حیثیت سے اس زمین پر اللہ کی نمائندہ ہے صرف اسی صورت میں عذابِ الٰہی سے بچ سکتی ہے اگر وہ اللہ کے دین کو دنیا کے کسی خطے میں صحیح اور مکمل طور پر قائم کر کے اپنی اس ذمہ داری کو پورا کردے۔

جہاں تک اقامتِ دین کے حوالے سے احیائے اسلام کی تحریکوں کی ناکامی کا تعلق ہے اس کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل ایمان کے حوالے سے مسلمانوں کی حالت کا غلط اندازہ لگایا گیا۔ اس ضمن میں یہ تصور کرلیا گیا کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہمیں ایمان کا مطلوبہ درجہ حاصل ہو چکا ہے اور اب صرف ''عمل'' کی ضرورت ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں تھا کیونکہ ایمان بالقلب کا حصول صرف قرآن مجید کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنے ہی سے ممکن ہے' جبکہ ان تحریکوں نے قرآن مجید کو اپنا مرکز ومحور قرار نہیں دیا۔ اس سلسلے میں دوسری غلطی یہ ہوئی کہ اسلامی انقلاب کے لئے نبوی طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا بلکہ غیر اسلامی ذرائع سے اخذ کردہ طریقے اختیار کئے گئے' جس کے نتیجے میں مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہوسکے۔

مسلم امہ پر موجودہ جبر واستبداد امریکہ کی سرکردگی میں جاری ہے' اور امریکہ خود صیہونی ایجنڈے کے شکنجے میں ہے۔ یہودی دراصل ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن' ورلڈ بینک' آئی ایم ایف اور Trips جیسے عالمی استعماری اداروں کے ذریعے پوری دنیا کی دولت اور اس کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہودی نیو ورلڈ آرڈر کا خاص ہدف مسلمان ممالک ہیں' جس کے تحت پہلے مرحلے میں عراق کو تباہ کیا جائے گا اور اس کے بعد پاکستان اور سعودی عرب کی باری آئے گی۔ اس ناپاک منصوبے کے مطابق صرف عراق کی موجودہ حکومت کو ہٹانا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ عراق اور سعودی عرب پر مشتمل پورے خطے کی ہیئت کو تبدیل کرنے کی بھی کوشش کی جارہی ہے۔

مسلمانوں کی مشکلات اور ان کے مصائب کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے ـــــ وہ یہ کہ دنیا میں کسی بھی جگہ ایک مثالی اسلامی ریاست قائم کی جائے' جہاں اسلام کا نظام عدل وقسط پوری طرح سے نافذ العمل ہو۔ اگرچہ متعدد اسلامی تنظیموں نے نیو ورلڈ آرڈر کی زیادتیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے' لیکن اس کے لئے انہوں نے تشدد اور تخریب کاری کا راستہ اختیار کیا' جس کا منفی نتیجہ برآمد ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مخصوص افراد کو قتل کرنا یا کسی عمارت کو تباہ کرنا عالم کفر کو ان کے مذموم مقاصد کے حصول سے نہیں روک سکتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایسی سرگرمیوں سے ایک عام غیر جانبدار آدمی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ مسلمان واقعی ایک دہشت گرد قوم ہیں۔ مزید یہ کہ ان پر تشدد کارروائیوں کے باعث اسلام دشمن طاقتوں کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اپنے اقدامات کا اخلاقی جواز مہیا ہوگیا ہے۔ لہٰذا ایسی تخریب کاریاں ہمیں اس تباہی اور عذاب الٰہی سے نہیں بچاسکتیں جو ہمارے سروں پر لٹک رہا ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کا واحد راستہ وہی ہے جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے' کہ دنیا کے کسی ایک ملک میں اسلام کا نظام عدل وقسط قائم کیا جائے۔ اس حوالے سے پاکستان کا خطہ نہایت اہمیت کا حامل ہے' کیونکہ اس کی تخلیق جن غیر معمولی حالات میں ہوئی' وہ تاریخی طور پر بہت اہم ہیں۔ لہٰذا پاکستان ہی وہ مناسب ترین خطہ ہے جہاں دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلام کا نظام عدل اجتماعی اپنی کامل ترین صورت میں نافذ ہوسکتا ہے۔

اس وقت پاکستان میں دینی سیاسی جماعتوں کے اتحاد کی صورت میں متحدہ مجلس عمل کو یہ موقع ملا ہے کہ وہ ملک میں نمایاں اسلامی تبدیلی لانے کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ تاہم اب تک انہوں نے اپنی تمام تر کوششیں محض اس سمت میں لگائی ہیں کہ نئے نظام میں زیادہ سے زیادہ سیاسی فوائد اور عہدے کس طرح حاصل کئے جائیں۔ اللہ کرے انہیں اس امر کا احساس ہوجائے اسلامی نظام کا مکمل نفاذ انتخابی سیاست کے ذریعے ممکن نہیں ہے بلکہ اسلامی انقلاب لانے کے لئے اسی طریقہ کار کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو رسول اکرم ﷺ نے اپنایا تھا۔ اس کی روشنی میں سمع وطاعت کی بنیاد پر ایک انقلابی جماعت تشکیل دی جائے جو ایک امیر کی زیرِ قیادت منظم ہو۔ اس جماعت کے ارکان اپنی زندگیوں میں اسلام کی تعلیمات پر پوری طرح عمل کریں اور اس حد تک منظم ہوں کہ اپنے امیر کے

(باقی صفحہ 14 پر)

پاکستان کو رہا کرو!!

وزیراعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے قوم کو حیران نہیں بلکہ پریشان بھی کر دیا ہے' اُنہوں نے انکشاف کیا ہے کہ لاہور کے نواحی علاقے مناواں میں ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید اور اُن کے اہلِ خانہ کی گرفتاری کے لئے امریکی ادارے ایف بی آئی کی طرف سے کئے گئے آپریشن سے وہ بے خبر تھے۔ چوہدری پرویز الٰہی پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے وزیراعلیٰ ہیں لہٰذا اُن کی طرف سے ''بے خبری'' کے اعتراف کو آسانی کے ساتھ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کی گرفتاری کے لئے آپریشن میں پاکستانی ادارے بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے اہل خانہ نے بتایا ہے کہ ایف بی آئی والوں کے ساتھ لاہور پولیس کے اہلکار بھی آئے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لاہور پولیس نے اس کارروائی میں شہر کے ایس ایس پی کی مرضی سے حصہ لیا؟ اگر ایس ایس پی کو پتہ تھا تو اُنہوں نے ڈی آئی جی اور آئی جی کو بھی بتایا ہو گا اور اگر آئی جی کو پتہ تھا تو اُنہوں نے وزیراعلیٰ کو اتنے اہم آپریشن سے بے خبر کیوں رکھا؟ کیا صوبائی خفیہ پولیس سپیشل برانچ بھی اس آپریشن سے بے خبر تھی اور اگر بے خبر نہیں تھی تو پھر سپیشل برانچ نے وزیراعلیٰ کو کیوں نہیں بتایا؟ بعض اطلاعات کے مطابق صرف سپیشل برانچ نہیں بلکہ وفاقی خفیہ ادارے بھی اس آپریشن سے بے خبر تھے۔ وزیراعلیٰ اور وزیراعظم کے بیانات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امریکی ایف بی آئی پاکستانی قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بے گناہ شہریوں کو بغیر کسی ثبوت کے اُن کے گھروں سے اغوا کرنے کی وارداتوں میں ملوث ہے اور بعض پولیس افسران بھاری مالی انعامات کے لالچ میں اپنے حکام بالا کو بتائے بغیر ان وارداتوں میں ایف بی آئی کی معاونت کرتے ہیں۔ پاکستانی قانون کو سامنے رکھا جائے تو بغیر وارنٹ اور بغیر ثبوت کے کسی کے گھر میں زبردستی گھسنا اور اسے اغوا کرنا جرم ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے لیکن افسوس کہ امریکی سرزمین پر پاکستانیوں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن پاکستانی سرزمین پر کسی امریکی کے خلاف کارروائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

10 اکتوبر کے عام انتخابات کے فوراً بعد لاہور سے ڈاکٹر عامر عزیز کو گرفتار کیا گیا۔ انہیں تین ہفتے تک امریکیوں کے رحم و کرم پر رکھا گیا اور جب کوئی الزام ثابت نہ ہوا تو رہا کر دیا گیا۔ ڈاکٹر عامر عزیز کے بعد ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کی گرفتاری سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا کو مدارس کے علماء اور اسمبلیوں میں پہنچنے والے مذہبی لیڈروں سے کوئی خطرہ نہیں رہا کیونکہ یہ مذہبی لیڈر مغربی سفارتکاروں کی ڈنر پارٹیوں میں شریک ہو کر انہیں یقین دلاتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم سے خوفزدہ نہ ہوں' فائیو سٹار ہوٹلوں میں مغربی ممالک کے سفارتکاروں کو دعوتوں پر بلا کر کہتے ہیں کہ ہمیں جہادی نہ سمجھا جائے ہم تو مسئلہ کشمیر کا حل شملہ معاہدے کے تحت چاہتے ہیں' جب کبھی عوام میں امریکا سے نفرت کی لہر اُبھرتی ہے تو یہ مذہبی لیڈر ''امریکا مردہ باد'' ریلی نکالنے کا

حامد میر

اعلان کر دیتے ہیں تا کہ ووٹ بینک متاثر نہ ہو لیکن 10 اکتوبر کے بعد کی صورتِ حال یہ ہے کہ امریکا کا ٹارگٹ وہ پڑھے لکھے مسلمان ہیں جو اسلام کے نام پر سیاسی دکانیں چمکانے کی بجائے خاموشی سے خلق خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عامر عزیز کی طرح ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کا جرم بھی صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے غریب مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے' اُنہوں نے ماضی میں تباہ شدہ افغانستان کے مہاجروں اور زخمیوں کو مفت ادویات فراہم کیں اور کبھی اس خدمت خلق کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید پچھلے کئی سال سے آزاد کشمیر میں شہیدوں کی بیواؤں اور یتیم بچوں کے علاوہ بھارتی فوج کی گولہ باری سے متاثر ہونے والے کئی بے گھر خاندانوں کی کفالت بھی کر رہے تھے۔ مظفر آباد میں کشمیر ایجوکیشنل ریلیف سوسائٹی کے تحت چلنے والے سکولوں میں مقبوضہ علاقوں کے کم از کم پانچ سو بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید اور ان کے کچھ خدا ترس دوستوں نے لے رکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لاہور سے جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی حافظ سلمان بٹ کے رشتہ دار ضرور ہیں لیکن اُن کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں اور اُنہوں نے ہمیشہ سیاسی و فرقہ وارانہ گروہ بندی سے بالاتر ہو کر مستحقین کی مدد کی۔ کشمیری شہداء اور مہاجرین کے سینکڑوں بچے ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کو ذاتی طور پر جانتے ہیں کیونکہ وہ اکثر اوقات ذاتی طور پر مظفر آباد جا کر اُن بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ ان بچوں کے لئے ڈاکٹر صاحب ہی پاکستان تھے لیکن ان مظلوم بچوں کے پاکستان کو پاکستان کے اندر ایف بی آئی نے اغوا کر لیا اور الزام لگایا کہ ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کا تعلق القاعدہ سے ہے۔ کیا یہ سینکڑوں بچے امریکی نائب وزیر خارجہ کرسٹینا روکا کی پاکستان واپسی سے اگلے ہی دن ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کی گرفتاری کے بعد یہ نہیں سوچیں گے کہ القاعدہ والے بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسا ہمارے سروں پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والا ڈاکٹر ہے؟ ڈاکٹر عامر عزیز اور ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید جیسے خدا ترس اور نیک سیرت لوگوں کا تعلق القاعدہ سے جوڑ کر امریکی ادارے اُسامہ بن لادن کو نقصان نہیں بلکہ فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

افسوس کہ قائداعظم کے پاکستان میں اسلام پسند اور محبت وطن پاکستانیوں کو غیر ملکی ادارے رات کے پچھلے پہر اُن کے گھروں سے اُٹھا کر لے جاتے ہیں' اگلے دن کچھ اغوا شدگان کو بے گناہ قرار دے کر چھوڑ بھی دیا جاتا ہے' پاکستان کے حکمران ان وارداتوں سے لاعلمی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں لیکن کسی حکمران میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ وہ یہ اعتراف کرے کہ پاکستان کی خودمختاری واقعی ایک سوالیہ نشان بن چکی ہے۔ مسلم لیگ (ق) کے پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین کی طرف سے ڈاکٹر عامر عزیز کی گرفتاری کی مذمت کی گئی اور ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کی گرفتاری کی بھی مذمت کی گئی۔ ایسی مذمتوں کا کیا فائدہ؟ یہ مذمتیں عوام کی تشویش ختم کر سکتی ہیں نہ وہ خودمختاری واپس لا سکتی ہیں جو اس وقت ایف بی آئی کے ہاتھ میں۔ چوہدری شجاعت حسین نے کچھ کرنا ہے تو ایف بی آئی کو لگام دیں اور اُس پاکستان کو رہا کروائیں جسے آئے دن ایف بی آئی والے کہیں نہ کہیں سے ہتھکڑی لگا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں' ہمیں صرف ڈاکٹر خواجہ احمد جاوید کو نہیں بلکہ پاکستان کی خودمختاری کو بھی ایف بی آئی کے شکنجے سے نکالنا ہے۔

(بشکریہ: روزنامہ ''جنگ'' 23 دسمبر 2002ء)

<u>نامے میرے نام</u>

برادر محترم مرزا ایوب بیگ صاحب

سلام و رحمت!

کیسا دل نواز اور بصیرت افروز تحفہ بھیجا ہے آپ نے! ''پیامِ اقبال بنام نوجوانانِ ملت'' جس سلیقے اور خلوص سے مرتب اور شائع کیا گیا ہے' میں اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔ میرے عزیز دوست اور مشہور و معتبر دانشور پروفیسر فتح محمد ملک نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے: ''اقبال فراموشی''۔ اقبال فراموشی کے اس عہد میں آپ کی جانب سے اقبال کو اتنی محبت اور Relevance سے یاد کرنا بے حد قابل قدر ہے۔ اقبال فراموشی کے دور میں ''اقبال نمبر'' قابل قدر ہے۔

خیر اندیش

محمد حنیف رامے

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا زمانہ

اکبر کا دینِ الٰہی ـــــ (گزشتہ سے پیوستہ)

اکبر کو ایک دفعہ سلطان الہند خواجہ اجمیری چشتی سے عقیدت پیدا ہوگئی اور پھر تو یہ حال ہوا کہ سال بہ سال اجمیر جاتا تھا۔ کوئی مہم یا خاص مراد ہو تو اس کے علاوہ بھی۔ ایک منزل سے پیدل جاتا تھا اور بعض منتیں تو ایسی بھی ہوئیں کہ فتح پور سیکری یا آگرے سے اجمیر تک پیدل گیا۔ وہاں ہزاروں لاکھوں روپے چڑھاوا چڑھاتا اور پہروں مراقبے میں بیٹھا رہتا۔

اکبر شیخ سلیم چشتیؒ کا بڑا معتقد تھا اور جب جہانگیر پیدا ہونے والا تھا تو حصولِ برکت کے لئے اس کی والدہ کو شیخ کے حجرے میں بھیج دیا اور انہی کی نسبت سے بیٹے کا نام سلیم رکھا۔ اس کے دو برس بعد اکبر نے فیصلہ کیا کہ جو جگہ اتنی روحانی برکتوں کا سرچشمہ ہے وہاں ایک عظیم الشان شہر تعمیر ہونا چاہئے۔ چنانچہ 1571ء میں فتح پور سیکری کی شاندار عمارتیں بننی شروع ہوئیں اور یہ معمولی گاؤں شہنشاہ ہند کا پایۂ تخت ہوگیا۔

یہاں اکبر ایک پرانے حجرے میں اکثر اپنا وقت مراقبوں، دعاؤں اور عبادتوں میں گزارتا۔ مذہبی امور میں بلاآخر اس کی دلچسپی اتنی بڑھی کہ 1578ء میں اس نے شیخ سلیم چشتی کی نئی خانقاہ کے پاس ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی جس کا نام "عبادت خانہ" رکھا گیا۔ ہر جمعہ کی نماز کے بعد شیخ کی خانقاہ سے آکر یہاں دربارِ خاص منعقد ہوتا تھا جس میں مشائخ وقت، علماء وفضلا اور چند مقربِ درگاہ پیش ہوتے تھے اور بادشاہ کے سامنے مختلف مذہبی مسائل پر آزادانہ بحث وتمحیص کرتے۔ وہ کچھ ایسا پڑھا لکھا نہ تھا کہ ذاتی طور پر کسی کتاب کا مطالعہ یا کسی امر کی تحقیق کرنے پر قادر ہوتا۔ البتہ جو سنتا اسے دماغ میں بٹھا لیتا۔ ان مجالس میں اسے محسوس ہوا کہ علماء ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے کج بحثی، تکبر اور بہتان طرازی پر اتر آتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ ایک نے کسی بات کو حرام قرار دیا تو دوسرے نے اسے حلال ٹھیرا دیا۔

مختلف فرقوں اور مذاہب کے نظریات سنتے سنتے اکبر کے عقائد میں پہلے ہی سے لغزش پیدا ہو چلی تھی، علماء کے اس رویئے نے اسے صرف علماء ہی سے نہیں بلکہ اس مذہب سے بھی بدگمان کر دیا جس کی نمائندگی کے وہ مدعی تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسی زمانے میں شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں فیضی اور ابوالفضل کو بادشاہ کا تقرب حاصل ہوگیا۔ وہ اپنی ''آزاد خیالی'' کے باعث علماء کے ہاتھوں بہت تکلیفیں جھیل چکے تھے، اب ان کا زور توڑنے کے لئے انہوں نے ایک ''محضر'' تیار کیا، جس کی رو سے اکبر کو سلطانِ عادل اور ''جگت گرو'' قرار دیتے ہوئے اسے مختلف فیہ دینی مسائل میں اجتہاد کے وسیع اختیارات دے دیئے اور اس پر اکثر علماء کے دستخط بھی ثبت کرا لئے۔ اگرچہ ''محضر'' میں اس کی تصریح موجود تھی کہ بادشاہ ان اختیارات سے صرف ایسے امور میں کام لے گا جو نص کے خلاف نہ ہوں اور عوام کی بہبود کا باعث ہوں، تاہم ایک ایسے دور میں جب کہ مہدویت اور بھگتی تحریک کی مقبولیت اور آزاد صوفیانہ طریقوں کی ترویج سے ملک میں ایک روحانی انتشار رونما ہو چکا تھا اور دربار میں ظلِ الٰہی کے ہر ارشاد کی از روئے کتاب وسنت تاویلات پیش کرنے والے بھی موجود تھے تو نصِ شرعی کے سراسر خلاف بدعتوں کا رواج پانا باعثِ حیرت نہیں ہونا چاہئے۔

سید قاسم محمود

''عبادت خانے'' کی مجالس اور ابوالفضل جیسے ندیموں کی بدولت اکبر کے دل میں یہ خیال راسخ ہوگیا کہ سچائی کسی ایک مذہب کا اجارہ نہیں، بلکہ ہر مذہب میں اچھی اچھی باتیں موجود ہیں اور اس معاملے میں اسلام کو کوئی برتری نہیں دی جا سکتی۔ اس رجحان کو دیکھ کر ہندو پنڈتوں اور مسیحی پادریوں کو اسلام، شارعِ اسلام اور شعائرِ اسلام کے خلاف زبان درازی کا موقع مل گیا۔ ان مجالس کی ابتدا تو بے لاگ تحقیقات سے ہوئی تھی اور بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ ہر مذہب کے عقائد وشعائر معلوم کئے جائیں، لیکن کچھ تو مخالف مولویوں کی ضد میں، کچھ اپنی ہندو رانیوں کی دلداری اور راجپوت راجاؤں کی تالیفِ قلوب اور کچھ ابوالفضل جیسے مشیروں کے زیر اثر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ارکانِ دین اور اسلامی عقائد کے متعلق پہلے تو شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا، پھر نماز، روزہ اور ان سب باتوں کو جن کا تعلق نبوت سے ہے ''تقلیدات'' کا نام دے دیا گیا۔ اکبر شروع شروع میں سنیوں کی ضد میں شیعوں اور ایسے صوفیوں کی طرف مائل ہوا تھا جو عقائد میں نسبتاً آزاد اور بے باک تھے، لیکن جب تعریض کی نوبت ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) سے گزر کر ائمہ اثنا عشریہ اور انبیائے کرام تک پہنچی تو یہ بھی پیچھے ہٹ گئے اور انہیں بھی تقلید کا ملزم ٹھہرا دیا گیا۔ یہی حال پارسی موبدوں اور پرتگیز پادریوں کا ہوا، جنہیں یہ خیال ہو چلا تھا کہ اکبر ان کا مذہب قبول کر لے گا۔ دراصل بادشاہ اور اس کے مشیر ہر مذہب کو اپنے علم وعقل کی کسوٹی پر کستے تھے اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہ آتی (جیسے حشر ونشر، وحی، رسالت وغیرہ) اسے بے تکلف رد کر دیتے۔ چونکہ تحقیق کرنے والا فردِ واحد، ایک مطلق العنان بادشاہ تھا، اس لئے اکثر لوگ اپنے ذاتی مفادات کے پیشِ نظر ریاکاری سے اور بادشاہ کے میلان کے مطابق سخن سازی سے کام لیتے۔

اکبر کے اس نئے مذہب یا مذہبی حکمتِ عملی کے واقعات کے عینی شاہد کئی ہیں، مثلاً بخشی نظام الدین (مصنف طبقاتِ اکبری)، ابوالفضل (مصنف اکبر نامہ و آئینِ اکبری)، ملا عبدالقادر بدایونی (مصنف منتخب التواریخ)، اسد بیگ (مصنف اکبر نامہ)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مصنف تاریخ حقی) اور ان کے بیٹے شیخ نور الحق محدث (مصنف زبدۃ التواریخ) اور پرتگیز پادری، جن کے تین وفود مختلف وقتوں میں آئے اور دربارِ اکبری سے مدتوں وابستہ رہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے رنگ اور اسلوب میں اکبر کے مذہب پر قلم اٹھایا ہے اور ان کے بعد آنے والے مورخین نے تو اس کے ''دینِ الٰہی'' پر دفتر کے دفتر قلم بند کئے ہیں۔ یہاں موضوعِ بحث کی ضرورت کی حد تک ان سب کا خلاصہ درکار ہے، اور جس خوبصورتی اور جامعیت سے مولانا مودودی مرحوم نے خلاصۃ نقشہ کھینچا ہے وہ شاید وباید۔ لہٰذا مولانا صاحب ہی کا خلاصہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے، البتہ کہیں کہیں اضافے بھی کئے گئے ہیں جن کی نشاندہی کے لئے توسین استعمال کئے گئے ہیں:

''اکبر کے دربار میں یہ رائے عام تھی کہ ملتِ اسلام جاہل بدوؤں میں پیدا ہوئی تھی، یہ کسی مہذب وشائستہ قوم کے لئے موزوں نہیں۔ نبوت، وحی، حشر ونشر، دوزخ وجنت، ہر چیز کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا مشتبہ، وحی کا نزول عقلاً مستبعد، مرنے کے بعد ثواب وعذاب غیر یقینی، البتہ تناسخ ہر آئینہ ممکن۔ معراج کو علانیہ محال قرار دیا جاتا۔ ذاتِ نبویؐ پر اعتراضات کئے جاتے۔ خصوصاً آپؐ کی ازواج کے تعدد اور آپؐ کے غزوات وسرایا پر کھلم کھلا حرف گیریاں کی جاتیں، یہاں تک کہ لفظ احمد اور محمدؐ سے بھی بے زاری ہوگئی اور جن کے ناموں میں یہ لفظ شامل تھے ان کے نام بدلے جانے لگے۔ دنیا پرست علماء نے اپنی کتابوں کے خطبوں میں نعت لکھنی چھوڑ دی۔ بعض ظالم اس حد تک بڑھے کہ دجال کی نشانیاں ہادی اعظمؐ پر چسپاں کرنے لگے (العیاذ باللہ، العیاذ باللہ)۔ دیوان خانۂ شاہی میں کسی کی

مجال نہ تھی کہ نماز ادا کر سکے۔ ابوالفضل نے نماز، روزہ، حج اور دوسرے دینی شعائر پر سخت اعتراضات کئے اور ان کا مذاق اڑایا۔ شعراء نے ان شعائرِ دینی کی ہجو لکھی جو عوام کی زبانوں تک بھی پہنچی۔

[ادھر حاشیہ نشینوں نے یہ بات اڑا دی کہ بعثت نبوی پر ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد اسلامی شریعت کی عمر پوری ہو چکی ہے لہٰذا ایک نئے دین اور ایک نئے شارع کی ضرورت ہے اور اس منصب کے لئے اکبر ہی سزاوار ہے۔ اس کی تصدیق میں جھوٹی سچی پیش گوئیاں، اقوال اور اشعار پیش کئے گئے اور بالآخر ''دینِ الٰہی اکبرشاہی'' کا اعلان کر دیا گیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نہم)]

[پرتگیز پادری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اکبر مسلمان نہ رہا تھا، بلکہ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ نئی مسجدیں تعمیر نہ ہوں۔ پرانی مسجدوں کی مرمت نہ ہو۔ یہ کہ اس کے آخری ایام حکومت میں لاہور شہر میں کوئی مسجد نہ رہی تھی اور مسجدوں کو اصطبل بنا دیا گیا تھا۔ ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ اکبر نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے ایک کے سوا سب بیویاں اپنے درباریوں میں تقسیم کر دیں اور پرتگیز پادریوں سے وعدہ کیا کہ میں حج کے بہانے گوا آؤں گا اور وہاں عیسائی ہو جاؤں گا۔]

بہائی نظریئے کی بنیاد بھی دراصل اکبری عہد ہی میں پڑی تھی۔ اس وقت یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ محمدؐ کی بعثت پر ایک ہزار سال گزر چکے ہیں اور اس دین کی مدت ایک ہزار سال ہی تھی، اس لئے اب وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ نئے دین کی ضرورت ہے۔ اس نظریئے کو سکوں کے ذریعے پھیلایا گیا، کیونکہ اس زمانے میں نشر و اشاعت کا سب سے زیادہ قوی ذریعہ یہی تھا۔ اس کے بعد ایک نئے دین اور نئی شریعت کی طرح ڈالی گئی، جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہب کو ملا کر ایک مخلوط مذہب بنایا جائے، تاکہ شاہی حکومت مستحکم ہو۔ دربار کے خوشامدی ہندوؤں نے اپنے بزرگوں کی طرف سے پیشین گوئیاں سنانی شروع کر دیں کہ فلاں زمانے میں ایک گور کھشک مہاتما بادشاہ پیدا ہو گا۔ اسی طرح بندۂ زر علماء نے بھی اکبر کو مہدی اور صاحب زماں اور امام مجتہد وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک ''تاج العارفین'' صاحب یہاں تک بڑھے کہ اکبر کو انسان کامل اور خلیفۃ الزماں ہونے کی حیثیت سے خدا کا عکس (ظلِ الٰہی) ہی ٹھہرا دیا۔ [عوام کو سمجھانے کے لئے کہا گیا کہ حق اور صدق (عالمگیر سچائیاں) تمام مذاہب میں موجود ہیں۔ کوئی ایک ہی دین حق کا اجارہ دار نہیں ہے۔ لہٰذا سب مذہبوں میں جو جو باتیں حق ہیں انہیں لے کر ایک جامع طریقہ بنانا چاہئے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوتِ عام دینی چاہئے تاکہ ملتوں کے سب اختلافات مٹ جائیں۔ اسی طریق جامع کا نام دین الٰہی ہے۔ اس نئے دین کا کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ'' تجویز کیا گیا۔ جو لوگ اس دین میں داخل ہوتے، ان کو دین اسلام سے توبہ کر کے ''دینِ الٰہی اکبرشاہی'' میں داخل ہونا پڑتا تھا اور داخل ہونے کے بعد ان کو لفظ ''چیلا'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ سلام کا طریقہ بدل کر یوں کر دیا گیا کہ سلام کرنے والا ''اللہ اکبر'' اور جواب دینے والا ''جل جلالہ'' کہتا۔ یاد رہے کہ بادشاہ کا نام جلال الدین اور لقب اکبر تھا۔ چیلوں کو بادشاہ کی تصویر دی جاتی اور وہ اسے پگڑی میں لگاتے۔ بادشاہ پرستی اس دین کے ارکان میں ایک رکن تھی۔ ہر روز صبح کو بادشاہ کا درشن کیا جاتا اور بادشاہ کے سامنے جب حاضری کا شرف عطا ہوتا تو اس کے سامنے سجدہ بجا لایا جاتا۔ علماء کرام اور صوفیائے باصفا دونوں اپنے اس قبلۂ حاجات اور کعبۂ مرادات کو بے تکلف سجدہ فرماتے تھے اور صریح شرک کو ''سجدۂ تحیہ'' اور ''زمیں بوسی'' جیسے الفاظ کے پردے میں چھپاتے تھے۔ یہ وہی ملعون حیلہ بازی تھی جس کی پیشین گوئی رسول کریم ﷺ نے فرمائی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگ حرام چیز کا نام بدل کر اس کو حلال کر لیا کریں گے۔]

اس نئے دین کی بنیاد تو یہ کہہ کر رکھی گئی تھی کہ اس میں بلا کسی تعصب کے ہر مذہب کی اچھی باتیں لی جائیں گی، مگر دراصل اس میں اسلام کے سوا ہر مذہب کی پذیرائی تھی اور نفرت و عداوت کے لئے صرف اسلام اور اس کے احکام و قوانین ہی کو مختص کر لیا گیا تھا۔ پارسیوں سے آتش پرستی لی گئی۔ اکبری محل میں دائمی آگ کا الاؤ روشن کیا گیا اور چراغ روشن کرنے کے وقت ''قیام تعظیمی'' کیا جانے لگا۔ عیسائیوں سے ''ناقوس نوازی'' اور ''تماشائے صورتِ ثالثِ ثلاثہ'' اور اسی قسم کی چند چیزیں لی گئیں۔ سب سے زیادہ نظرِ عنایت ہندویت پر تھی، کیونکہ یہ ملک کی اکثریت کا مذہب تھا اور بادشاہی کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے اس کی استمالت ضروری تھی۔ چنانچہ گائے کا گوشت حرام کیا گیا۔ ہندو تہوار دیوالی، دسہرہ، راکھی، پونم، شیوراتری وغیرہ پوری ہندوانہ رسوم کے ساتھ منائے جانے لگے۔ شاہی محل میں ہون کی رسم ادا کی جانے لگی۔ دن میں چار وقت آفتاب کی عبادت کی جاتی اور آفتاب کے ایک ہزار ناموں کا جاپ کیا جاتا۔ آفتاب کا نام جب زبان پر آتا ''جلت قدرتہ'' کے الفاظ کہے جاتے۔ پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا۔ کندھے اور کمر پر جنیو ڈالا جاتا اور گائے کی تعظیم کی جاتی۔ معاد (جزا سزا) کے متعلق عقیدۂ تناسخ تسلیم کر لیا گیا اور برہمنوں سے ان کے دوسرے بہت سے اعتقادات سیکھے گئے۔ (جاری ہے)

دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا
اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا

پریس ریلیز

ڈاکٹر جاوید کی ایف بی آئی کے ہاتھوں گرفتاری سے نئی حکومت کے عوام کی نمائندہ ہونے کے دعوے کی قلعی کھل گئی ہے: حافظ عاکف سعید

ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور ان کے متعلقین کا امریکی کارندوں کے ہاتھوں اغوا نئی حکومت کی طرف سے امریکی وفاداری کا ثبوت دینے کی کوششوں کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ڈاکٹر جاوید خواجہ کی گرفتاری پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد یہ کہنا بے معنی ہے کہ پاکستان امریکی نوآبادی یا تھانہ نہیں کہ جسے چاہے اٹھا لیا جائے کیونکہ ہمارے حکمرانوں کی نااہلی کے باعث پاکستان مکمل طور پر امریکہ کی عملداری میں آ چکا ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ افغانستان جا کر مریضوں کا علاج کرنا کوئی جرم نہیں کہ جس کی پاداش میں ڈاکٹر جاوید جیسے نیک اور محب وطن پاکستانی کے تمام شہری حقوق اس طرح پامال کئے جائیں کہ انہیں بغیر کسی ثبوت کے دن دیہاڑے امریکی ایجنسیاں اغوا کر کے لے جائیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ یہ واقعہ پاکستانی قوم کی توہین اور پاکستانی تاریخ میں ایک بدنما داغ کے مترادف ہے۔ اس واقعے سے موجودہ حکومت کے عوام کی نمائندہ حکومت ہونے اور ملکی خودمختاری کے دعوؤں کی قلعی کھل گئی ہے۔ ان حالات میں پاکستانی عوام کو متحد و متفق ہو کر حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں کے خلاف احتجاجی اور مطالباتی تحریک شروع کرنا چاہئے تاکہ آئندہ کوئی بھی حکمران اس قسم کی بے غیرتی کے واقعات میں ملوث ہونے کی جرات نہ کر سکے۔

پاکستانی معاشرے میں غیر اسلامی رواج

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کی اپنی تہذیب' اپنی روایات اور اپنا فکر و فلسفہ ہے۔ زندگی کے کسی مرحلے میں پیش آنے والی صورت حال میں یہ کسی شخص کو چوراہے پر نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ وہ تکمیل ہی کیا جس میں خوب تر کی گنجائش موجود ہو۔ جب تک مسلمان دین اسلام کو نظری طور پر بھی اور عملی طور پر بھی مکمل اور جامع سمجھتے رہے دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں رہی مگر جب وہ خود ہی اپنی تہذیب سے بیگانہ ہونا شروع ہوئے اور اغیار کے فکر و فلسفہ سے مرعوب ہوئے تو دوسروں کی اندھی نقالی میں لگ گئے۔ جس کے نتیجہ میں اسلامی لٹریچر میں معذرت خواہانہ انداز داخل ہوا۔ اسلامی رسم و رواج کے علاوہ غیر اسلامی رسم و رواج اختیار کئے گئے۔ اگرچہ علمائے حق کی طرف سے ہمیشہ اس کی مخالفت ہوئی اور اسلام کے واضح احکامات سامنے لائے گئے مگر احساس کمتری نے اسلام کی حقانیت کو نظروں سے اوجھل کر دیا اور اسلامی تعلیمات خود مسلمانوں کے ہاتھوں تاویل کا تختہ مشق بننے لگیں۔

جب تک انسان میں خودی اور خودداری موجود رہتی ہے وہ باہمت' جرأت مند اور بے باک ہوتا ہے۔ حق گوئی کے راستہ میں آنے والی ہر تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے۔ مگر جب اس کے اندر روبہی آ جاتی ہے تو اسے لومڑی بن کر دوسروں کی خوشامد' کاسہ لیسی اور غلامی راس آ جاتی ہے۔ یہی کچھ ہمارے ساتھ ہوا۔ اپنی بداعمالیوں کے سبب ہم پر غلامی کا دور آیا۔ اور حکمران اقوام کے تسلط نے برصغیر کے مسلمانوں کا اعلیٰ اسلامی تشخص چھین لیا۔ مسلمانوں کی اکثریت اپنے آقاؤں کے طریقے اپنانے لگی۔ علمائے حق نے اصلاح احوال کی کوشش جاری رکھی مگر عوام الناس نے جن کی نگاہیں آقاؤں کی برتری کو ہر میدان میں تسلیم کر چکی تھیں کوئی تاثر قبول نہ کیا۔

ظاہر ہے ترقی تو وہ قوم ہی کرے گی جسے اپنے طرز عمل پر پورا بھروسہ ہو جو اپنی روایات کی برتری کی قائل ہو۔ جب مسلمانوں نے خود ہی اسلامی تعلیمات پر عمل سے گریز کی راہیں نکال لیں اور دوسری اقوام کی نقالی شروع کر دی اور اس نقل کو جواز کا رنگ بھی دے لیا تو انہیں زوال سے دوچار ہونے سے کون روک سکتا تھا۔

اسلام پرہیزگاری کی زندگی کی تلقین کرتا ہے اور اللہ کے احکام کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔ اس کے برعکس آزاد روش انسان شتر بے مہار کی طرح ہے کہ اُس کے سامنے اپنا کوئی پروگرام نہیں ہوتا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی برتری دیکھی تو ہندوانہ رسم و رواج کو اختیار کرنے میں عافیت سمجھی۔ جب سامراجیوں کی غلامی میں گرفتار ہوئے تو ان کے سیاسی غلبے سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ ان کے رسم رواج کی برتری بھی تسلیم کر لی۔ اس طرح آج ہمارے معاشرے میں کچھ رسم و رواج تو ہندوانہ ہیں اور کچھ اقوام غیر سے لئے ہوئے۔

نکاح ایک فطری ضرورت ہے۔ اسلام میں اس تقریب کی سادگی ہر ایک پر عیاں ہے۔ دین فطرت ہونے کی وجہ سے اسلام میں انسانی زندگی کے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے بڑے ہی سادہ انداز کو اپنایا گیا ہے تا کہ یہ فطری تقاضے آسانی سے پورے ہوتے رہیں اور لوگوں کو ان تقاضوں کے پورا کرنے کے لئے غلط طریقے نہ اپنانے پڑیں۔ ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی طرف سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کا نام نکاح ہے جس کا اعلان عام

محمد یونس جنجوعہ

ہونا ضروری ہے تا کہ معاشرے کے افراد کو ان کے قانونی طور پر میاں بیوی ہونے کا علم ہو جائے اور بس۔ مگر اب اس تقریب کا جو انداز مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے۔ اس میں برات' جہیز' دولت کی نمائش اور نہ جانے کس کس قسم کی خرافات شامل ہو چکی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نکاح بہت مشکل ہو گیا ہے اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد نکاح کے بغیر سر میں سفید بال لئے ماں باپ کے لئے دن رات کی پریشانی کا باعث بنی بیٹھی ہے۔ برات اور جہیز کا اسلام میں سرے سے کوئی تصور ہی نہیں جبکہ اب ان کے بغیر شادی کا کوئی تصور نہیں۔ یہ دونوں رسمیں ہندو تہذیب کا حصہ ہیں۔ جہاں بیٹی کو وراثت سے کچھ نہیں ملتا۔ بلکہ والدین نکاح کے وقت ہی اس کو کچھ ساز و سامان دے کر رخصت کر دیتے ہیں۔ اسلام میں بیٹیاں وراثت کا حق رکھتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ مسلمان اپنی مضبوط اور مستحکم تعلیم کو چھوڑ کر بیٹیوں کو جہیز تو دیتے ہیں مگر وراثت سے محروم رکھتے ہیں۔ یہی حال برات کا بھی ہے کہ ایک فوج کی فوج اچھے سے اچھے کھانوں کے ساتھ تواضع کئے جانے کی خواہش کے ساتھ لڑکی والوں کے گھر گھس آتی ہے۔ یہ خواہ مخواہ کے طوق و اغلال ہیں جو مسلمانوں نے از خود گلے میں ڈال رکھے ہیں۔ اسی ایک تقریب میں مختلف ناموں سے کئی اور رسمیں ہیں جو فریقین کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہیں۔ شادی بیاہ کی تقریب میں عورتوں کا پوری سج دھج کے ساتھ مردوں کے درمیان بے تکلفانہ بیٹھنا حیا کی چادر کو تار تار کرنے کے مترادف ہے۔

پھر شادی کے لئے رات گئے تک کے وقت کا رواج بھی کسی طرح اسلامی نہیں۔ اگرچہ رات اور دن کے کسی حصے میں بھی نکاح کی ممانعت نہیں تاہم مہمانوں کے آرام کا خیال کرنا تو ضروری ہے۔ یہاں ایک اصول کی بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام سلامتی کا دین ہے اس میں کسی دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بننا سخت گناہ کی بات ہے۔ چہ جائیکہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔

اسلام میں تو ان رسموں اور تقریبات کی بھی قطعاً کوئی گنجائش نہیں جنہیں خود اپنی مرضی سے کار ثواب سمجھ کر اور کوئی اچھا سا نام دے کر اختیار کر لیا جائے۔ اسلام میں انہی رسوم کو بدعت کہا گیا ہے اور بدعت اختیار کرنے والوں کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔

اسلام سادگی کا دین ہے۔ اس میں دولت کی نمائش اور فضول رسومات کے ذریعے اسراف و تبذیر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن شریف میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ کاش مسلمان خیال کریں کہ رزق کی فراوانی ایک بھاری آزمائش ہے اور مال کو اللہ کی رضا والے کاموں اور نبیؐ کے پسندیدہ طریقوں کے مطابق خرچ کر کے ہی سرخرو ہوا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں میں کئی مقدس ناموں کے ساتھ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اس وقت دیدہ دانستہ گلیوں اور بازاروں کے راستے بند کر دیئے جاتے ہیں بلکہ اکثر جگہوں پر بڑی بڑی شاہراہوں پر ٹریفک روک دی جاتی ہے۔ جو سینکڑوں انسانوں کے لئے تکلیف' اذیت اور نقصان کا باعث بنتی ہے۔ جبکہ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کے لئے کسی بھی طور تکلیف کا باعث نہ بنے۔ عہد نبوی اور دور صحابہ میں اس طرح کے کسی جلوس کی مثال نہیں ملتی جس میں چلتے راستے بند ہو جائیں اور مسافروں کو بے جا تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے۔

شب معراج اور شب برات کے موقعوں پر بے دریغ چراغاں کرنا فضول خرچی ہے تو پٹاخے چلا کر گلی محلے کے پُرسکون ماحول کو ختم کر کے بے ہنگم شور کے ساتھ اہل محلہ کی نیندیں اڑانا اور آرام کو خراب کرنا کسی طور پر بھی جائز نہیں۔ مسلمان والدین اس فضول خرچی اور ہنگامہ آرائی کے لئے اپنے بچوں کو رقمیں دیتے ہیں۔ ایسے والدین یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ مقدس مواقع تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہیں۔ انہیں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہو کر گزارنا چاہئے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی سازگار اور پُرسکون ماحول مہیا کرنا چاہئے۔

پیدائش اور وفات کوئی نئی بات نہیں۔ رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں لوگوں کے ہاں بچوں کی پیدائش پر خوشی

کے مواقع بھی آئے اور عزیز و اقارب کی وفات پر غم واندوہ کے لمحات بھی آئے۔ ان مواقع پر صرف وہی طرزِ عمل جائز ہوگا جو مسنون ہوگا۔ قبریں پختہ بنانا‘ ان پر عمارتیں کھڑی کرنا‘ چراغاں کرنا اور عرس منعقد کرنا نہ سنت سے ثابت ہے نہ صحابہ کے تعامل سے مگر یہ سب کچھ کارِ خیر اور ثواب کی خاطر مسلمانوں میں رائج ہے۔ ظاہر ہے جن کاموں کی بنیاد میں سنت کی خلاف ورزی ہوگی ان کا نتیجہ اچھا کیسے نکل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مواقع پر طرح طرح کے منکرات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق اُس کی جائیداد ورثاء میں تقسیم کی جانی چاہئے ورثاء کے یہ حصے مقرر ہیں۔ چنانچہ کسی وارث کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں۔ ہمارے ہاں کے رسم ورواج میں ورثاء میں جائیداد کی تقسیم کو تو اہمیت نہیں دی جاتی البتہ ایصالِ ثواب کی غیر مسنون رسمیں منعقد کی جاتی ہیں جن پر نام ونمود کی خاطر مال وراثت میں سے بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے۔ جو صریحاً وارثوں کی حق تلفی ہے۔

اسلام میں عورتوں کے لئے پردے میں رہنے کا حکم ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج ہو رہا ہے۔ عورتوں کا ننگے سر سج دھج کے ساتھ گلی بازار میں گھومنا پھرنا فیشن ہو رہا ہے۔ یہ رواج بھی مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب سے درآمد ہوا ہے۔ اب ہمارے ہاں دفتروں کے اندر عورتیں مردوں کے ساتھ بے پردہ بیٹھتی اور غیر مردوں کے ساتھ ہنس اور مسکرا کر باتیں کر رہی ہیں۔ یوں پردے کا خالص قرآنی حکم پس پردہ چلا گیا ہے اور عورتوں کے لئے محرم اور غیر محرم کی تمیز ختم ہوگئی ہے۔

رسول اللہؐ نے مسجدوں کو سادہ رکھنے کی تعلیم دی ہے اور ان کی آرائش وزیبائش سے منع کیا ہے مگر آج ہمارے ہاں مسجدوں کو اسی انداز میں سجانے کا رواج ہوگیا ہے جس طرح یہود ونصاریٰ اپنی عبادت گاہوں کو سجاتے ہیں۔

اسلام میں ضرورت کے تحت ایک مرد کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ہندو معاشرے کا اثر قبول کرتے ہوئے ہمارے ہاں ایک سے زیادہ نکاح معیوب سمجھے جاتے ہیں اور جو شخص دوسری شادی کرتا ہے اسے معاشرے میں تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے حالانکہ اسلام میں اس کی اجازت ہے۔

ہمارے ہاں داڑھی مُنڈانے کا رواج ہے حالانکہ رسول اللہؐ نے داڑھی رکھی‘ اُمت کو اس کی تلقین کی اور صحابہ کرامؓ کے ہاں اس کا پورا پورا اہتمام تھا۔ داڑھی رکھنا مقدس سنت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے مگر داڑھی منڈوانے کا رواج ہے کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے بلکہ مترفین کے ہاں تو داڑھی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں انگریزی سکولوں کی طرف رجحان بھی رسم ورواج کا درجہ اختیار کر گیا ہے جہاں بچوں کو مغرب کے طرزِ معاشرت سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ بچے انگریزی بول چال سیکھ کر اپنے معاشرے کے متدین اور متقی لوگوں کو دقیانوسی قرار دیتے‘ تضحیک کا نشانہ بناتے اور معاشرے میں مغربی برتری ثابت کرنے میں اپنی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا اپنا ایک جامع طرزِ تعلیم ہے جس کو اختیار کر کے نئی نسل کو اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل اور نئے نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

پاکستانی معاشرے میں توہم پرستی‘ فال لینے اور قسمت کا حال معلوم کرنے کا بھی رواج ہے۔ شعبدہ باز جگہ جگہ اپنی دکان سجائے مصیبت کے ماروں کو لوٹنے کے لئے دندان آز تیز کئے بیٹھے ہیں۔ طرح طرح کے حربے استعمال کر کے لوگوں کی جیبیں صاف کرتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ دین کی تعلیم سے بے بہرہ مشکلوں کے حل کے لئے اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے کے بجائے ان لٹیروں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

قبر پرستی کا مرض بھی عام ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر سجدے کرنے‘ وہاں اپنی حاجات لے کر جانے‘ منتیں ماننے‘ چادریں چڑھانے‘ عرس اور میلے منعقد کرنے کا رواج ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات یعنی سنت رسول اور تعامل صحابہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اسلام توعمل کی تلقین کرتا ہے جبکہ یہ ساری رسمیں طفل تسلیاں اور خود فریبیاں ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں صرف جاہل لوگ ان کا شکار نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشور بھی دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ الیکشن کے موقعہ پر ایم۔ این۔ اے ایم۔ پی۔ اے اور وزارتِ عظمیٰ کے امیدوار بھی بزرگوں کے مزاروں پر استمداد کے لئے آتے اور مزار پر چادر چڑھاتے‘ بڑی بڑی رقموں کا ہدیہ پیش کرتے اور قبر کو غسل دینے کی منت مانتے ہیں۔

ایک بہت بُری رسم جسے پاکستان میں سرکاری تحفظ حاصل ہے وہ سود ہے۔ جگہ جگہ قومی بچت کے مرکز قائم ہیں۔ جہاں لوگ بڑی بڑی رقمیں جمع کراتے ہیں اور ہر ماہ یا چھ ماہ بعد وہاں سے ایک مقررہ شرح پر سود کی رقم لے آتے ہیں اور ان کا اصل زر جوں کا توں محفوظ رہتا ہے۔ اس بُری رسم نے سہولت پسندوں کے لئے بہت سازگار ماحول مہیا کر رکھا ہے اور وہ بلامحنت اپنی رقم پر سود وصول کر رہے ہیں۔ اس آسانی نے ان کے ذہن سے یہ بات بالکل فراموش کر دی ہے کہ وہ خود اپنے معاشرے کے لئے کتنا گھناؤنا کاروبار کر رہے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے کتنے بڑے مجرم بن رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ پاکستانی معاشرہ اپنا اسلامی تشخص کھو چکا ہے اور غیر اسلامی رسم ورواج کے لئے یہاں کی فضا انتہائی سازگار ہے۔ ان حالات میں بھی یہاں کے خدا پرست اور خوف خدا رکھنے والے مسلمان پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے مخلصانہ کوششیں کر رہے ہیں تاکہ غیر اسلامی رسوم ورواج کا خاتمہ ہو جائے‘ صحیح اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور معاشرے میں سادگی آ جائے جس کی برکات سے معاشرہ خود ساختہ اصر واغلال سے نجات پائے اور اس طور امن کا گہوارہ بن جائے کہ جرائم کا خاتمہ ہو خوشحالی آئے اور خیر پھلے پھولے۔ اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ خدا پرستوں اسلام دوستوں اور علمائے حق کی جدوجہد کو قبول فرمائے جو وہ اسلامی نظام کے قیام اور غیر اسلامی رسم ورواج کے خاتمے کے لئے کر رہے ہیں۔

ضرورت رشتہ

گوجرانوالہ کینٹ کا رہائشی 26 سالہ نوجوان‘ ابوظہبی میں ذاتی کاروبار‘ نیک صورت ونیک سیرت تعلیم ایم۔ بی۔ اے کے لئے دینی گھرانے سے تعلق رکھنے والی پڑھی لکھی خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے:

برائے رابطہ: حاجی طارق: 0300-864234
04341-611544
0300-4204035

بقیہ : کتاب نما

ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے دراصل اس فکر اور نظریہ کو غلط ثابت کیا ہے جو ہمارے معاشرے میں سرایت کیا گیا ہے کہ عورت کھلے عام زندگی کے ہر دائرے میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے اور اس کے لئے کوئی حدود وقیود نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس خیال کو مغرب کی نقالی اور مرعوبیت سے تعبیر کیا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں عورت کی مختلف حیثیتوں پر اجمالی گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جہاد میں عورت کی شرکت کے حوالے سے بھی سخت موقف اختیار کیا ہے تاہم ناشر نے اس موقف سے رجوع کی اطلاع آخری صفحہ پر دی ہے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب نے بہترین انداز میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ کتاب کے یہ مندرجات پہلے ماہنامہ میثاق میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور بعد ازاں آٹھ ایڈیشن بھی طبع ہو چکے ہیں۔ یہ نواں ایڈیشن ہے جو نفیس کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔ کتاب میں پروف ریڈنگ اور آیات واحادیث میں اعراب کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے جس سے کتاب کے حسن اور اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

ایک زمانے سے ہے چاکِ گریباں مرا
تو ہے ابھی ہوش میں! میرے جنوں کا قصور!
فیضِ نظر کے لئے ضبطِ سخن چاہئے!
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

اسلام کی روشن تعلیمات اور معاشی خودکفالت

غزوہ خیبر کے بعد مال غنیمت کی کثرت ہوئی اور سرسبز وشاداب علاقے بھی مسلمانوں کی تحویل میں آئے تو مدینہ منورہ کے عام لوگوں کی زندگی میں بہتری کے آثار نمودار ہوئے اور تنگی وعسرت کے دن پھرنے لگے۔ یہ دیکھ کر جناب رسالت مآب ﷺ کی ازواج مطہرات نے باہم مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا جائے کہ ہمارے حالات میں بھی کچھ بہتری آنی چاہئے اور خرچ اخراجات کا معاملہ پہلے سے کچھ سہولت والا ہونا چاہئے۔ سب ازواج نے مل کر جناب نبی اکرم ﷺ سے بات کی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا نمائندہ اور متکلم بنا دیا۔ انہوں نے بڑی حکمت اور دانش مندی کے ساتھ ازواج مطہرات کی یہ درخواست جناب نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار کی مگر درخواست الٹی پڑی اور رسول اللہ ﷺ ناراض ہو گئے اپنی بیویوں سے بول چال بند کر دی اور مسجد کے حجرہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔

اتنے دن گزر گئے کہ شہر میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں اور یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ ان میں حضرت عمرؓ کی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور بے چینی اور اضطراب کے عالم میں اس حجرے کا رخ کیا جس میں جناب نبی اکرم ﷺ گوشہ نشین تھے۔ بڑی مشکل سے اندر جانے کی اجازت ملی' سامنا ہوتے ہی بے ساختہ پوچھا کہ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور ﷺ نے نفی میں سر ہلایا تو الٹے پاؤں واپس پلٹے۔ حجرہ سے باہر نکل کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور لوگوں کو خوشخبری دی کہ طلاق والی افواہ غلط ہے۔ اس پر لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا اور ان کے چہروں پر رونق واپس آئی۔

اس پر سورۃ الاحزاب کی آیات نازل ہوئیں جن میں ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر وہ دنیا کی سہولت چاہتی ہیں تو وہ بھی مل سکتی ہے لیکن اس کے لئے انہیں پیغمبر خدا کا گھر چھوڑنا ہوگا اور اگر وہ اسی مقدس گھر میں رہنا چاہتی ہیں تو جیسی تنگی ترشی کی زندگی پہلے سے گزارتی آ رہی ہیں اسی پر قناعت کرنا ہوگی۔ چنانچہ انہیں اختیار دے دیا گیا کہ انہیں دنیا کی سہولتوں اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور پھر باقی سب امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہنے کا اعلان کیا اور اس طرح ان کا مدینہ منورہ کے عام لوگوں کی طرح کی سہولتوں کا تقاضا بھی مسترد ہو گیا جو اسی بستی کی ان جیسی دوسری عورتوں اور انہی جیسے دوسرے گھرانوں کو میسر تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی فقر وفاقہ کی زندگی تھی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تین دن مسلسل گھٹیا قسم کی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر کھانے کو ملی ہوں۔ ارباب دانش کا کہنا ہے کہ یہ فقر وفاقہ اختیاری تھا۔ رسول اللہ ﷺ اگر چاہتے تو دنیاوی سہولتیں دام غلام کی طرح

مولانا زاھد الراشدی

ہاتھ باندھی ان کے دروازے پر کھڑی نظر آتیں لیکن نبی اکرم ﷺ نے فقر وفاقہ اور تنگی وعسرت کا راستہ اختیار کیا جو ان کی حکمت ودانش کا خوبصورت اظہار تھا۔

اور اس میں پوری امت کے لئے اور خاص طور پر حکمران طبقہ کے لئے سبق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ حکمران اور راہ نما جس قدر سادہ زندگی گزاریں گے اور عام لوگوں کے قریب رہیں گے اسی قدر انہیں عام لوگوں کے مسائل اور مشکلات سے آگاہی حاصل ہوگی اور اس سوسائٹی کی اجتماعی نفسیات پر ان کی گرفت قائم رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس معاملہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کا بطور خاص اہتمام کیا اور انسانی تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں انگریزی عملداری کے تحت داخلی خودمختاری فارمولا کے مطابق جب پہلی بار انتخابات ہوئے اور چند صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں قائم ہو گئیں تو گاندھی نے اپنے وزراء کو اس بات کی تلقین کی کہ اگر وہ حکمرانی میں کسی شخصیت کو بطور آئیڈیل سامنے رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سب سے پہلی شخصیات ہیں۔

یہ تاریخ کا خراج عقیدت ہے جو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حصے میں آیا اور اس کی وجہ ان کا کوئی کروفر یا بلند وبالا محلات اور پرشکوہ ایوان نہیں تھے بلکہ سادگی' قناعت اور فقر وفاقہ کی زندگی تھی جس نے انہیں اپنی ہی رعیت کے عام لوگوں سے ممتاز نہیں ہونے دیا تھا اور یہی ان کی کامیابی اور فخر وامتیاز کا سب سے بڑا راز ہے۔ انہوں نے قومی خزانے کو امانت کا درجہ دیا اور اس حد تک آگے چلے گئے کہ ایک بار امیر المومنین حضرت عمرؓ بیمار ہو گئے۔ بیماری کیا تھی کہ خشک روٹی کھاتے کھاتے انتڑیوں میں خشکی اور سوزش پیدا ہو گئی' طبیب نے زیتون کا تیل بطور علاج تجویز کیا تو فرمایا کہ میرے پاس زیتون کا تیل استعمال کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ زیتون کا تیل بیت المال میں موجود ہے اس میں سے لے لیں۔ بیت المال کے ناظم کو بلایا اور پوچھا کہ بیت المال میں زیتون کا جو تیل ہے اسے اگر مدینہ منورہ میں عام دستور کے مطابق تقسیم کیا جائے تو میرے حصے میں کتنا آئے گا؟ اس نے جواب میں جتنی مقدار بتائی وہ بہت تھوڑی تھی۔ طبیب نے کہا کہ اس سے کام نہیں چلے گا تو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ اس تیل میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور ساتھ ہی اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر کہا کہ ''جتنا چاہے گڑگڑاتا رہ! تجھے وہی ملے گا جو مدینہ کے عام شہریوں کو ملتا ہے۔''

یہ محض قصے کہانیاں نہیں کہ انہیں پڑھ سن کر ہم سر دھنتے رہیں اور ان بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کر کے اپنی راہنمائی کے لئے دوسری قوموں کی لائبریریاں کھنگالنے میں لگ جائیں۔ یہ ہماری تاریخی روایات ہیں' شاندار ماضی ہے' راہنمائی کی اصل بنیادیں ہیں اور حکمت ودانش کے سرچشمے ہیں' جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ اور سنگ میل ہیں۔

آج ہمارے قائدین معاشی خودکفالت اور اقتصادی استحکام کا نعرہ لگا کر ملک کے نظام معیشت میں اصلاحات کی باتیں کر رہے ہیں' قناعت اور سادگی کی نوید سنائی جا رہی ہے' ایوان صدر' وزیراعظم ہاؤس اور گورنر ہاؤس چھوڑنے کے اعلانات ہو رہے ہیں اور قوم کے منتخب نمائندے بجٹ اور اقتصادی اصطلاحات پر بحث وتمحیص میں مصروف ہیں اس لئے ان سب سے یہ گزارش ہے کہ جی چاہتا ہے تو آؤ!! ہم سب مل کر چودہ سو سال پہلے کے ''زیرو پوائنٹ'' پر واپس چلے جائیں اور وہاں سے از سر نو انہی خطوط پر اجتماعی زندگی کا آغاز کریں کیونکہ اس کے سوا سب فریب اور جھوٹ ہے جس کے دامن میں ہمارے لئے ناکامی' ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

(بشکریہ: روزنامہ 'اوصاف' اسلام آباد)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

موت العالِم موت العالَم

ہفتۂ رواں کے دوران عالمِ اسلام پر سناٹا چھایا رہا' کیونکہ امریکہ نے اقوامِ متحدہ اور اُس کی حفاظتی کونسل کو ایک لحاظ سے اپنا ''یرغمال'' بنا کر' عراق کے خلاف جنگ کی خوفناک دھمکیوں سے مسلم ممالک کی حکومتوں اور عوام کی نفسیات میں دہشت پھیلا رکھی ہے۔ شاید اگلے ہفتے میں کچھ قابلِ ذکر خبریں سامنے آئیں۔ البتہ اس ہفتے کے دوران میں دنیائے اسلام کے ایک ایسے عظیم فرزند نے داغ مفارقت دیا ہے' جس کا خلاء توں پورا نہ ہو سکے گا۔ وہ ہیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ وہ بین الاقوامی شہرت کے مالک عالمِ دین' مفکر' مصنف اور مورخ 19 دسمبر کو امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں 94 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر صاحب امریکہ میں پیرس سے بغرضِ علاج ڈیڑھ سال پہلے گئے تھے۔ اس پورے عرصے میں وہ تقریباً کومے میں رہے۔ ڈاکٹر صاحب 1908ء میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ عثمانیہ سے حاصل کی۔ 1933ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جرمنی اور فرانس گئے۔ فرانسیسی زبان میں بین الاقوامی قانون پر تحقیقی مقالہ تصنیف کر کے ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری حاصل کی۔ حصولِ آزادی کے وقت جامعہ عثمانیہ میں دینیات' قانون اور اصولِ قانون کے پروفیسر تھے۔ 1948ء کے وسط میں نظام حیدرآباد دکن نے ایک وفد نواب معین نواز جنگ کی قیادت میں پیرس بھیجا تاکہ حکومتِ فرانس کو ریاستِ حیدرآباد کی آزادی و خودمختاری کا قائل کیا جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب اس وفد کے رُکن اور ترجمان تھے' کیونکہ فرانسیسی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ ستمبر 1948ء میں ڈاکٹر صاحب ابھی پیرس میں تھے کہ بھارت نے جارحانہ فوجی کارروائی کر کے حیدرآباد پر قبضہ کر لیا۔ تب ڈاکٹر صاحب نے پیرس ہی میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ کچھ عرصے کے لئے پاکستان اُس وقت آئے' جب پہلی دستور ساز اسمبلی میں ''قراردادِ مقاصد'' کی تسوید و منظوری کا مرحلہ درپیش تھا۔ ''قراردادِ مقاصد'' کی تدوین و تصنیف میں حکومتِ پاکستان کو ڈاکٹر صاحب کی مشاورت و اعانت حاصل رہی۔

1953ء میں واپس پیرس چلے گئے اور فرانس کے ''قومی مرکز برائے سائنسی تحقیق'' سے بطور ریسرچ سکالر وابستہ ہو گئے۔ اس علمی مصروفیت کے پہلو بہ پہلو 25 برس تک استنبول' انقرہ' ارض روم (ترکی)' جرمنی اور کوالالمپور کی یونیورسٹیوں میں اسلامیات کے مختلف موضوعات پر تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی فرمائش پر جامعہ اسلامیہ' بہاولپور میں کسی قسم کے اشارات کی مدد کے بغیر بارہ لیکچر جو ''خطباتِ بہاول پور'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان خطبات کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر افضل اقبال نے کیا ہے۔

ایک اور اہم اور وقیع کام یہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے وہ گرامی نامے اپنی اصل حالت میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی دقیق اور وسیع تحقیق کی بنا پر ڈھونڈ نکالے جو آنحضور ﷺ نے اپنے معاصر بادشاہوں اور سلاطین کے نام دعوتِ اسلام قبول کرنے کے ضمن میں ارسال فرمائے تھے۔ یہ مراسلات کتابی صورت میں ''وثیقہ جات نبویؐ'' کے عنوان سے اُردو میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا' جو نہ صرف فرانس میں' بلکہ دنیا کے جن ملکوں میں جہاں جہاں فرانسیسی زبان پڑھی اور سمجھی جاتی ہے' وہاں مقبول ہوا اور اب تک برابر اس کی نشر و اشاعت میں توسیع کا سلسلہ جاری ہے۔

''سیرتِ نبویؐ'' فرانسیسی میں دو جلدوں میں تصنیف کی۔ پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمود غازی' ریکٹر انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد نے کیا اور اُن کی نگرانی میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسری جلد کا انگریزی ترجمہ اُن کے زیر قلم ہے' اور دو ڈھائی سال انہوں نے وزارتِ مذہبی اُمور کی خدمت میں بسر نہ کئے ہوتے' تو شاید اب تک دوسری جلد بھی منظرِ عام پر آ چکی ہوتی۔

عہدِ نبویؐ میں سیاسی زندگی' خلافتِ راشدہ میں نظامِ حکومت' عہدِ نبوی کا نظامِ تعلیم' غزواتِ نبویؐ جس میں ہر غزوے کا پورا نقشہ بھی معلومات افروز ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ سیرت ابن اسحاق' اور بے شمار تحقیقی مقالات۔

ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ و دعوت اور شخصیت و کردار سے متاثر ہو کر امریکہ' افریقہ اور یورپ کے اکثر تعلیم یافتہ لوگوں نے اسلام قبول کیا' ایک خاتون مادام ایوا نے ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کی نگرانی میں علامہ اقبال کے خطبات ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد نہ صرف اسلام قبول کیا' بلکہ ''خطبات'' کا مکمل فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو ڈاکٹر صاحب کے فاضلانہ دیباچے کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ خاتون موصوفہ نے علامہ اقبال کا مشہور مجموعۂ کلام ''بالِ جبریل'' کا بھی فرانسیسی ترجمہ کیا اور لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ منظوم ترجمہ کیا۔ یہ سب کچھ ڈاکٹر حمید اللہ کی عالمانہ کرشمہ سازی کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے دنیا بھر کے فاضل اور دانشور مختلف نکات کے سلسلے میں استفسارات کی خاطر خط و کتابت کرتے رہتے تھے اور اپنی آخری علالت تک ڈاکٹر صاحب سب کو اپنے ہاتھ سے مکمل اور اطمینان بخش جواب لکھا کرتے تھے۔ راقم السطور کچھ عرصے سے اُن کے مکتوبات جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ''ندائے خلافت'' کے قارئینِ محترم سے بھی درخواست ہے کہ اُن میں سے جن صاحب کے پاس ڈاکٹر صاحب کا کوئی مکتوب ہو یا انہیں کسی ایسے حبیب رفیق کا علم ہو جن سے ڈاکٹر صاحب کی مکاتبت رہی ہو' تو وہ براہ کرم ''ندائے خلافت'' کی وساطت سے مجھے اُن کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔ (سید قاسم محمود)

بیٹیاں پھول ہیں

پھول جب شاخ سے کٹتا ہے بکھر جاتا ہے
پتیاں سوکھتی ہیں ٹوٹ کے اڑ جاتی ہیں
بیٹیاں پھول ہیں
ماں باپ کی شاخوں پر جنم لیتی ہیں
ماں کی آنکھوں کی چمک بنتی ہیں
باپ کے دل کا سکوں ہوتی ہیں
گھر کو جنت سا بنا دیتی ہیں
ہر قدم پیار بچھا دیتی ہیں
جب بچھڑنے کی گھڑی آتی ہے
ایک گھر میں تو اترتی ہے اداسی لیکن
دوسرے گھر کے سنورنے کا یقین ہوتا ہے
بیٹیاں پھول ہیں
اک شاخ سے کٹتی ہیں مگر
سوکھتی ہیں نہ کبھی ٹوٹتی ہیں
اک نئی شاخ پہ کچھ اور نئے پھول کھلا دیتی ہیں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی چند کتب کا تعارف

ہفت روزہ ایشیا کے کتاب نمبر میں شائع ہونے والے تبصروں سے اقتباسات

منہج انقلاب نبوی ﷺ

برصغیر میں اقامتِ دین کی تحریکیں وقفوں وقفوں سے اٹھتی رہی ہیں۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی مساعی اس ضمن میں نقش اول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ شہیدین کی تحریک کو مروجہ معنوں میں اقامت دین کی تحریک کم ہی خیال کیا جاتا ہے مگر اس سفر کا آغاز کرنے والے یہی دو حضرات ہیں۔ اتفاق ہے کہ ان کے بعد جس شخص نے اس فکر کو پروان چڑھانا شروع کیا اور اس مقصد کی خاطر عملاً ایک جماعت قائم کی وہ بھی خاندان سادات کا ہی سپوت تھا۔ یہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تھے جن کی تحریک کو برصغیر کے طول وعرض میں شہرت بھی ملی اور تائید وحمایت بھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد بھی اس قافلہ کے حدی خواں رہ چکے ہیں۔ دعوتِ دین کے کے ضمن میں طریق کار سے اختلاف کر کے جماعت سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنی فکر پر قائم ہونے والی ایک جماعت کے داعی بننے پر مجبور ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اسی اختلاف کو ایک نقطہ نظر کی صورت میں سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی روشنی میں اپنے چند خطبات جمعہ میں پیش کیا ہے۔ موصوف تقریر کی صورت میں اپنا نقطہ نظر پیش کرنے میں خاصی مہارت اور ملکہ رکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں بھی انہوں نے سیرت نبوی ﷺ کا نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ مطالعہ پیش کیا ہے جس میں دعوت کے ضمن میں اپنا طریق کار وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب ان کے بارہ خطبات جمعہ پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک انقلابی عمل کے ناگزیر لوازم ومراحل چھ ہیں جو وہ حسب ذیل ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔ (1) انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت (2) انقلابی جماعت کی تشکیل وتنظیم (3) ٹریننگ اور تربیت (4) تشدد وتعذیب کے جواب میں صبر محض (5) اقدام اور چیلنج (6) مسلح تصادم۔ موصوف کا خیال ہے کہ اگر انقلاب کامیاب ہو جائے تو ایک ساتواں مرحلہ بھی ہو گا۔ یعنی توسیع انقلاب کا مرحلہ۔ پہلے خطاب میں ہونے والی اساسی گفتگو کو پوری کتاب کا اجمال کہا جا سکتا ہے اور بقیہ کتاب کو اس کی تفصیل قرار دیا جا سکتا ہے۔ انقلاب نبوی کے پہلے دو مرحلے خطابِ اول میں زیر بحث آ گئے ہیں۔ دوسرے خطاب میں وہ انقلابی تربیت کا نبوی منہاج اور تربیت وتزکیہ محمدی ﷺ کے عناصر سہ گانہ پر بحث کرتے ہیں۔ تیسرے خطاب سے لے کر چھٹے خطاب تک وہ تصادم پر گفتگو کرتے ہیں۔ جس میں تصادم کے مرحلہ اول میں صبر محض اور عدم تشدد' مرحلہ ثانی میں اقدام اور چیلنج' اور آخری مرحلہ میں مسلح کشمکش یعنی قتال فی سبیل اللہ پر بات کرتے ہیں۔ ساتویں خطاب میں وہ صلح حدیبیہ کو اندرون عرب انقلاب محمدؐ کی تکمیل کی تمہید قرار دیتے ہیں۔ جبکہ آٹھویں خطاب میں فتح خیبر اور فتح مکہ کو اندرونِ عرب انقلاب کی تکمیل کہتے ہیں۔ خطاب نہم انقلاب کے تکمیلی مراحل پر بازگشت اور مخالف انقلاب قوتوں کا آخری قلع قمع کے عنوان سے معنون ہے۔ دسواں خطاب ''بیرون عرب'' انقلاب محمدیؐ کی توسیع و تصدیر اور بیرون عرب مسلح تصادم کا آغاز'' پر مباحث پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد دو مزید خطابات کی تلخیص شامل کتاب ہے۔ اس ضمیمہ میں حالاتِ حاضرہ پر منہج انقلاب نبوی کے انطباق کے ضمن میں اقدام اور مسلح تصادم کے متبادل پر گفتگو ہے۔

یہ اعتراف نہ کرنا مؤلف سے زیادتی ہو گی کہ انہوں نے بڑے مدلل اور واضح انداز میں اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ کتاب اچھے خط میں اعلیٰ کاغذ پر طبع کی گئی ہے۔

خطبات خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں انقلاب کے داعی ہیں۔ خطبات خلافت میں انہوں نے حکومت قائم کرنے کا ایک خاکہ پیش کیا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ خطبات ان کی کتاب منہج انقلاب نبوی ﷺ کا تتمہ ہے۔ ان خطبات میں سے پہلے خطبے میں وہ نظام خلافت کے قائم ہونے کی نوید اور اس کے آثار وشواہد پر گفتگو کرتے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے میں اس کو دور حاضر میں قائم کرنے کے عملی طریق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ چوتھا خطبہ منہج انقلاب نبوی ﷺ کی تلخیص پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک انقلاب انہی خطوط پر کام کر کے لایا جا سکتا ہے جن خطوط پر رسول اللہ ﷺ نے کام کیا۔ چونکہ وہ خالص نبوی ﷺ منہج پر کام کرنے کی دعوت پیش کرتے ہیں جس کی بنا پر دور حاضر کے جمہوری نظام میں الیکشن کے طریق کار کے بھی خلاف ہیں اور اسی بنا پر وہ جماعت اسلامی سے بھی الگ ہوئے تھے اور آج بھی ان کا نقطہ نظر یہی ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں قرآن حکیم کی آیت ﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ﴾ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن نظام خلافت کے سیاسی ڈھانچہ کی تشکیل میں اسی طرز انتخاب کے ذریعے وہ اولی الامر کے تقرر کی تجویز دیتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ووٹر کی عمر 40 سال ہونی چاہئے اور تعلیم کی بھی کوئی حد مقرر کی جا سکتی ہے' ان کا خیال ہے کہ اگر ووٹر کی عمر 40 برس نہ ہو سکے تو امیدوار کی عمر تو لازماً 40 برس ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے موقف کی تائید میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان سے انکار ممکن نہیں ہوتا لیکن جب بات دورِ حاضر میں اس کے اطلاق کی آتی ہے تو معاملہ الجھ جاتا ہے۔ بہر حال یہ بات تو حقیقت ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے سوچنے والوں کے لئے کچھ خطوط اور خاکے ضرور مہیا کئے ہیں۔ اب انقلاب کے داعی اور مفکر و دانشور حضرات کا کام ہے کہ وہ اس نظریہ پر کام کریں اور ان کے موقف کے حسن وقبیح کی نشاندہی کریں۔ کتاب خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ پیش کی گئی ہے لیکن آیات واحادیث پر اعراب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

اسلام میں عورت کا مقام

دور حاضر میں عورت کے حقوق مغرب کا مرغوب موضوع ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مغرب میں عورت کو کس قدر حقوق حاصل ہیں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ دوسری دنیا عورت کو حقوق سے محروم نہ رکھے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ عورت بہت سی تہذیبوں اور معاشروں میں مظلوم رہی ہے۔ برصغیر میں بھی اسے مظلومیت کا سامنا رہا۔ اس کی وجہ یہاں کے قدیم مذاہب کی تعلیمات و روایات ہیں۔ یہ تسلسل آج بھی جاری ہے اور مسلمان معاشرہ میں بھی اس کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ لیکن یہ بات قطعاً خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے کہ مسلمان معاشروں کا یہ طرزِ عمل اسلام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے عورت کو تحفظ اور تشخص عطا کیا ہے۔

زیر نظر تالیف میں اسی تشخص کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد میدانِ خطابت کے تجربہ کار سپاہی ہیں۔ وہ اپنی بات پیش کرتے ہیں دوٹوک اور فیصلہ کن موقف اختیار کرتے ہیں۔ عورت کے حوالے سے بھی انہوں نے اپنے اسی انداز کا اظہار کیا ہے۔ یہ کتاب ان کے دو خطابات اور دو انٹرویوز پر مشتمل ہے۔ کتاب کو مزید مفید بنانے کی غرض سے سید ابوالحسن علی ندویؒ کا ایک مضمون ''عورت: اقبال کے کلام میں'' بھی شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کا بیشتر حصہ ڈاکٹر صاحب کے خیالات پر مشتمل

(باقی صفحہ 9 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور

کے سالانہ اجتماع 2002ء کی روداد

سالانہ اجتماعات' تنظیموں کے لئے اہم ہوتے ہیں اور ان کے انعقاد کا مقصد مل بیٹھ کر اپنا محاسبہ کرنے کے علاوہ تجدید ایمان وایقان بھی ہوتا ہے۔ انہی مقاصد کے پیش نظر تنظیم اسلامی بھی سالانہ اجتماعات منعقد کرتی ہے۔ تاہم امسال حلقۂ خواتین لاہور کا سالانہ اجتماع اس لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے کہ اسی میں استقبالِ رمضان کا پروگرام بھی شامل تھا۔

سن عیسوی 2002ء کا سالانہ اجتماع 2 نومبر بروز ہفتہ قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا دورانیہ صبح 9:30 سے لے کر دوپہر 2:30 تک تھا۔ اجتماع کی صدارت بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ نے کی جو کہ حلقۂ خواتین کی ناظمۂ علیا بھی ہیں۔

9:25 پر نائب ناظمۂ تنظیم حلقۂ خواتین محترمہ امۃ المعطی صاحبہ نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور سالانہ اجتماع کی غرض وغایت سے آگاہ کیا۔ کارروائی کا آغاز ٹھیک 9:30 پر تلاوتِ قرآن حکیم سے ہوا۔ رفیقۂ تنظیم محترمہ کافیہ آصف نے سورۂ بقرہ کے رکوع نمبر 23 کی تلاوت وترجمہ پیش کیا۔ یہ رکوع ماہ رمضان کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے جس میں اس ماہِ مبارک کے متعلق تفصیلی احکامات موجود ہیں۔ تلاوت کے بعد ایک اور رفیقۂ تنظیم سدرہ احمد نے نعتِ رسول مقبول ﷺ پیش کی۔

اجتماع کی پہلی مقررہ شمالی تنظیم کی ناظمہ بیت المال محترمہ عائزہ ندیم تھیں' ان کا موضوع تھا: ''ہمارا رب ہم سے کیا چاہتا ہے؟'' تفصیلی انداز میں مقررہ نے یہ سمجھایا کہ عبادت نام ہے انتہائی محبت اور انتہائی عاجزی سے اپنے رب کی راہ میں مشغول ہو جانے کا۔ یہ دنیا چاہے زبانی اقرار پر سندِ ایمان جاری کر دے مگر اصل کام آنے والی چیز تو دل کا ایمان ہے اور جب یہ حقیقی ایمان حاصل ہو جائے تو انسان کی ساری زندگی ہی عبادت بن جاتی ہے۔ ہمارا رب ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم تن' من اور دھن اپنے رب کی رضا' محبت اور اس کی عبادت میں لٹا دیں' یہ راہ کٹھن سہی' وساوس اور آزمائشیں بے شمار سہی مگر اصل فلاح اسی میں مضمر ہے۔

اس کے بعد کا عنوان بہت دلچسپ بھی تھا اور چشم کشا بھی۔ ''قرآن' سائنس اور پردہ'' فیصل آباد میڈیکل کالج سے رفیقۂ تنظیم ڈاکٹر صدف مقررہ تھیں۔ نہایت خوبصورت انداز میں مقررہ نے ان تینوں چیزوں کا باہمی ربط واضح کیا۔ ذہن نشین یہ کرانا مقصود تھا کہ قرآن کہتا ہے کہ مومنوں کا طریق کار ہے ﴿سمعنا و اطعنا﴾ سو ہمیں احکام کی حکمت میں نہیں پڑنا بلکہ ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'' کے مصداق عمل کرتے چلے جانا ہے۔ سو پردہ اس لئے نہیں کرنا کہ سائنس اس کے فوائد ثابت کر چکی ہے بلکہ وطیرہ یہ ہونا چاہئے کہ رب کا حکم ہے۔ ہمیں سائنس کی base پر قرآن ثابت نہیں کرنا بلکہ قرآن سے سائنس کا جواز نکالنا ہے۔ مقررہ نے یہ بھی سمجھایا کہ جو لوگ احکامات کے بارے میں تعصب' تنقید اور تقلید کے مخمصے میں پڑے رہتے ہیں وہ وقت ضائع کرتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان خواتین ہم کس چیز کے منتظر ہیں؟ اللہ کا نام لے کر اسی رمضان المبارک سے پردے کا آغاز کر دیں۔

اگلا موضوع موقع کی مناسبت سے بے حد اہم تھا یعنی ''رمضان' قرآن اور دعا''۔ اظہارِ خیال کے لئے مشرقی تنظیم میں سے نقیبہ محترمہ امۃ الہادی تشریف لائیں۔ رمضان اللہ کا خاص مہینہ' قرآن اللہ کا کلام اور دعا اللہ سے پکار' انہوں نے ان تینوں چیزوں کی انسانی زندگی میں اہمیت کو واضح کیا گیا۔ مقررہ نے بتایا کہ رمضان میں ہی قرآن کا نزول ہوا اس لئے ان دونوں میں خاص تعلق ہے اور یہ دونوں قیامت کے روز اللہ کے ہاں بندۂ مومن کی سفارش کریں گے۔ تاہم شرط یہ ہے کہ رمضان اور قرآن کا حق ادا کیا جائے۔ یعنی روزے کے آداب اور تقاضے پورے کئے جائیں اور قرآن کو سمجھ کر اس پر عمل بھی کیا جائے۔ ساتھ ساتھ استقامت اور حصولِ ایمان کے لئے دعا سے مدد لی جائے۔ مقررہ نے بہت عمدگی سے ذہن نشین کرایا کہ یہ رمضان ہماری زندگیوں میں ایک سنہری موقع ہے' توبہ کا' تلافی کا۔ فائدہ اٹھا لیجئے کہ نیکیوں کا موسمِ بہار ہے۔

''مر جائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے!'' ایک معصوم سی بچی بشریٰ اسعد نے اس قدر مضبوط جذبے سے شرکا کو یہ نظم سنائی کہ ہر کوئی اپنے اندر بھی یہ ولولہ محسوس کرنے لگا۔

سالانہ اجتماع میں سب سے اہم پروگرام بانی ومؤسس تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب تھا۔ موضوع تھا ''عورت اور دجالی فتنہ!'' خطاب کا آغاز ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الکہف کی دو ابتدائی اور دو آخری آیات کی تلاوت سے کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے شرکاء خواتین کو بتایا کہ دجال تو ایک دھوکہ ہے۔ دجال اور دجالی فتنہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ دجالی فتنہ سے مراد اس دنیا کی آرائش وزیبائش' تمدنی ترقی ہے۔ جو سب کی سب یہودیوں کے زیر اثر اور قبضہ میں ہے اور وہ اس کے ذریعے سے اسلام کے عائلی' معاشی اور سیاسی نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ ان مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے ایشیائی ممالک بالخصوص مسلم امہ کا گھیراؤ کیا جا رہا ہے اور خواتین ترقی' تہذیب' جدیدیت اور کلچر کے نام پر اس فتنہ کا بری طرح شکار ہیں۔ اس سب کے پیچھے یہودی سازش کار فرما ہے۔ تاہم دجال جب ایک فرد کے طور پر لیا جائے تو احادیث سے ثابت ہے کہ وہ ایک یہودی ہو گا جو دجال اکبر کہلاتا ہے۔ یہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اسے عناصرِ فطرت پر غالب کریں گے اور وہ عارضی طور پر آگ' پانی' رزق اور موت سب پر غالب ہو گا۔ جن لوگوں کے ایمان نہایت کمزور ہوں گے' خصوصاً عورتیں اس کی اطاعت کریں گی یہاں تک کہ مردوں کو انہیں باندھ کر روکنا پڑے گا۔

دجال اکبر ہو یا دجالی فتنہ' ہر دو صورتوں میں ایمان کی حفاظت اصل کام ہے اور ڈاکٹر صاحب نے سمجھایا کہ یہ قرآن سے ہی ممکن ہے۔ اللہ کا ذکر کیجئے' تقویٰ پیدا کیجئے اور گناہوں سے توبہ وتلافی کی کوشش کیجئے۔ رمضان کا مہینہ توبہ کے لئے' تقویٰ کے لئے بہترین موسم ہے۔ ضبطِ نفس کو مضبوط بنایئے بالخصوص مومن خواتین قرآن اور رمضان کے سہارے فتنہ دجال کے آگے ڈٹ جائیں۔

ڈاکٹر صاحب نے شدید ناسازیٔ طبع کے باوجود ایک گھنٹہ تک خواتین سے خطاب کیا اور روح تک کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

''عورت اور دجالی فتنہ'' کے حوالے سے ہی مزید وضاحت کے لئے شمالی تنظیم کی ناظمہ مومنہ خان تشریف لائیں۔ انہوں نے بتایا کہ دجالی فتنہ کے پسِ پردہ یہودی ذہن کارفرما ہے۔ یہودی دنیا بھر کی ثقافت' سیاست اور معیشت پر قابو پا کر اپنے نظریات کا پرچار کر رہے ہیں بالخصوص مسلمان کلچر اور گلوبلائزیشن کے پردے میں ہر زہر پی رہے ہیں۔ ذہن مسخ ہو رہے ہیں مگر جسم یہودی تال پر ناچ رہے ہیں اور افسوس کہ سب بے حس اور بے شعور ہو چکے ہیں۔

وائے ناکامی کہ متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اجتماع میں شریک بہت سی نئی خواتین تنظیم اسلامی کے کام اور مقصدیت سے بے خبر تھیں۔ چنانچہ مرکزی ناظمۂ تربیت محترمہ امۃ المغنی صاحبہ نے ''تنظیم اسلامی کا تعارف'' پیش کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ تنظیم ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے جس کا مقصد روئے ارضی پر خلافت کا قیام ہے اور انفرادی سطح پر یہ فرد کے اندر احتسابِ نفسی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے ہاں جوابدہ ہے اور ہمارے خلاف ہر چیز گواہ ہے سو سنبھل کر قدم رکھے جائیں اور یہ دیکھ لیا جائے کہ ہر ہر بات کی پوچھ گچھ ہونی ہے لہٰذا حکم صرف اللہ کا مانا جائے۔ تنظیم اسلامی کا مقصد یہی شعور اجاگر کرنا ہے۔

اجتماع کی آخری مقررہ لاہور کی نائب ناظمہ محترمہ نوشین تاج صاحبہ تھیں جنہوں نے ''دجال اور جہاد'' کے موضوعات کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ دجال اور دجالی فتنہ سے نجات کی واحد صورت قرآن پر عمل ہے۔ اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا جائے اور ایمانِ حقیقی پیدا کیا جائے۔ سب سے پہلے نفس مزاحمت کرے گا اور یہی جہاد کا آغاز ہے' پھر معاشرہ' اور پھر طاغوتی قوتیں۔ جو

(باقی صفحہ 15 پر)

اسرہ ساہیوال کے رمضان المبارک میں دروسِ قرآن کے پروگرام

رمضان المبارک کے دوران اسرہ ساہیوال کے زیر اہتمام ساہیوال اور اس کے گردونواح میں مختلف جگہوں پر دروسِ قرآن کے جو پروگرام ہوئے ان کی مختصراً تفصیل درج ذیل ہے:

اس رمضان المبارک میں ماہانہ سلسلے وار درس تو راقم کی رہائش گاہ پر ہوا جس میں 80 مرد اور 20 خواتین شریک ہوئیں۔ اہمیت وعظمت لیلۃ القدر بیان ہوئی۔ درس کے اختتام پر افطار و ڈنر کا اہتمام تھا۔

اس کے علاوہ 5 مختلف جگہوں پر دروس قرآن بعد نماز عصر منعقد ہوئے جس میں افطار و ڈنر کا اہتمام تھا۔ ایک درس عارف والا میں جناب عبداللہ صابر کی رہائش گاہ پر ہوا۔ 75 مرد اور 10 خواتین شریک ہوئیں۔ دورانیہ 45 منٹ تھا۔

دوسرا درس ساہیوال کے معروف صنعتکار میاں عبدالملک کی رہائش گاہ پر ہوا۔ حاضری 150 مرد اور 50 خواتین کے قریب رہی۔

تیسرا درس ساہیوال شہر کی نواحی بستی کوٹ خادم علی شاہ میں بعد نماز فجر ایک مسجد میں پانچ دن ہوتا رہا۔ مرد و خواتین کی حاضری دوسو کے قریب تھی۔ درس کا دورانیہ 30 منٹ تھا۔

رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو ایک گاؤں میں راقم کو خطاب کا موقع ملا۔ تقریباً 25 منٹ تنظیم کی دعوت پیش کی گئی۔ میاں یونس صاحب کی رہائش گاہ پر بھی ایک درس قرآن دیا جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ تھا۔ درس کے بعد تقریباً 45 منٹ کی دعا مانگی گئی۔ اسی نوع کا ایک پروگرام 29 ویں شب کو ایک صنعتکار کے گھر ختم قرآن کے موقع پر ہوا۔ ایک گھنٹہ کا درس قرآن اور 30 منٹ کی دعا ہوئی۔ (مرتب: عبداللہ سلیم)

اسرہ قرآن کالج کا اجلاس

یہ اجلاس قرآن کالج کے کامن روم میں عشاء کی نماز کے بعد منعقد ہوا۔ باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا' جس کی سعادت جناب عبدالوحید نے حاصل کی۔ جناب مسعود محمد اقبال نے سورۃ الاعراف کے حوالے سے بتایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جارہا ہو تو اسے خاموشی کے ساتھ سننا چاہئے۔ پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کیا۔ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی' اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی وضاحت ایک اور حدیث مبارکہ سے ہو جاتی ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہو جاتی ہے' کیونکہ امام اس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے آگے کر دیتا ہے۔ جماعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ جماعت کی تشکیل' سننا' اطاعت کرنا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ۔ جب کوئی شخص جماعت میں شمولیت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی طاقت دوگنا ہو جاتی ہے۔ مسلک چاہے جو بھی ہو' جماعت میں ہونا ضروری ہے۔ ہمیں اس اصول پر عمل کرنا چاہئے کہ اپنے مسلک کو نہ چھوڑو اور کسی کے مسلک کو نہ چھیڑو۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی کے ہر رفیق کو تیسویں پارے کی آخری 10 سورتیں زبانی یاد ہونی چاہئیں۔ نمازوں کی کیفیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر ساتھی اپنی نمازوں کا خاص خیال رکھے اور باقاعدگی کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی عادت ڈالے۔ نئے آنے والے ساتھیوں کا خیر مقدم کرنے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: کرم داد خان بلوچ)

گوجر خان میں دورہ ترجمہ قرآن

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام امسال رمضان المبارک کے دوران جامع مسجد العابد میں نماز تراویح دورہ ترجمہ قرآن کے ساتھ پڑھی گئی۔ ترجمہ قرآن 29 رمضان المبارک کو مکمل ہوا۔ قرآن مجید کا ترجمہ سنانے کی سعادت تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین نے حاصل کی۔ اس پروگرام کو اس طرح ترتیب دیا گیا کہ نماز تراویح شروع کرنے سے قبل چار رکعتوں میں سنائے جانے والے قرآن پاک کا ترجمہ سنایا جاتا' پھر چار رکعتیں پڑھی جاتیں۔ اس کے بعد آٹھ رکعتوں کے حصے کا ترجمہ پڑھا جاتا' پھر آٹھ رکعتیں پڑھی جاتیں۔ آخری آٹھ رکعات میں بھی یہی عمل دہرایا جاتا۔ 12 رکعت نماز تراویح کے بعد چائے کا وقفہ ہوتا۔

ختم قرآن کے موقع پر حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم جناب خالد محمود عباسی خصوصی طور پر راولپنڈی سے تشریف لائے اور سورۃ الحج کی آخری دو آیات پر درس دیا۔ اس مبارک پروگرام میں شرکاء کی اوسط حاضری 70 رہی' جنہوں نے اس سلسلے کو بہت سراہا اور اسے آئندہ بھی جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نماز تراویح میں جناب قاری انیس الرحمٰن نے قرآن مجید سنایا جبکہ سامع کے فرائض رفقاء تنظیم حافظ ندیم مجید اور حافظ نعمان ارشد نے ادا کئے۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

نومبر میں شعبہ نشر واشاعت' حلقہ لاہور کی سرگرمیاں

1۔ رمضان المبارک کی آمد سے قبل تنظیم اسلامی لاہور (چھاؤنی) نے استقبال رمضان کا ایک پروگرام آرمی ہاؤسنگ سکیم کی جامع مسجد میں منعقد کیا۔ بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے خصوصی خطاب کا پریس ریلیز اخبارات کو جاری کیا گیا۔

2۔ امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ کے مضامین تواتر کے ساتھ روزنامہ دن کو بھجوائے جاتے رہے۔ دو مضامین بعنوان ''یہ رہبر'' اور ''دانشمندی کا تقاضا'' بالترتیب 9 اور 19 نومبر کے ادارتی صفحہ پر شائع ہوئے۔

3۔ بانی و رہبر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے منتخب نصاب کی تلخیص پر مشتمل 2 مضامین ہفت روزہ فیملی میگزین میں شائع کروائے گئے۔ جبکہ مزید ایک درس قرآن کی تلخیص اسی میگزین میں اشاعت کے لئے بھجوائی گئی۔

4۔ امیر حلقہ کی طرف سے حالات حاضرہ کے حوالے سے چار عدد پریس ریلیز اخبارات کو جاری کئے گئے۔

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا ای میل ایڈریس

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں کہ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا ای میل ایڈریس حسب ذیل ہے:

lahore@tanzeem.org

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں

دفتر تنظیم اسلامی گجرات سے متعلقہ تین فون نمبرز میں سے ایک نمبر 523835 ختم کر دیا گیا ہے جبکہ بقیہ دو نمبر 514711 اور 524247 برقرار ہیں۔

انتقال پر ملال

اسرہ امیر ایکس ضلع دیر کے ایک رفیق جناب بخت بلند خان ولد غلام قادر خان کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ: منبر ومحراب

تمام احکام کی تعمیل کر سکیں۔ یہ مراحل طے کرنے کے بعد اس جماعت کو ایک عوامی احتجاجی اور مطالباتی تحریک شروع کرنی چاہئے' جس میں اسلام کے مکمل نفاذ کا مطالبہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اراکین جماعت کو ضرورت پڑنے پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے' تاہم انہیں خود پر امن رہنا ہوگا۔ یعنی وہ اپنی جانیں دینے کو تیار ہوں لیکن کسی کی جان یا پراپرٹی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ موجودہ حالات میں اسلامی نظام کا قیام اسی طریقہ سے ممکن ہے جس کے لئے ہمیں اپنی جان' مال اور صلاحیتیں کھپا دینی چاہئیں۔ کیونکہ اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کے قیام کے ذریعے ہی نیو ورلڈ آرڈر کے اس سیلاب کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے جو عذاب الٰہی کی صورت میں امت مسلمہ کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ 00

بقیہ: گوشۂ خواتین

نفس کو زیر کرے وہ دجال کے خلاف بھی اللہ کی مدد اور قرآن کے سہارے جہاد میں سرخرو رہے گا۔

تقاریر کے اختتام پر تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی طرف سے چھوٹا سا ٹیسٹ کا انتظام تھا۔ اس کام کو بہت مختصر وقت دیتے ہوئے اس کے بعد محترمہ ناظمہ صاحبہ نے اختتامی کلمات اور دعا کے ساتھ تقریباً 2:30 بجے اس اجتماع کا اختتام پذیر کیا۔ الحمد للہ اس اعتبار سے یہ اجتماع بہت کامیاب رہا۔ خواتین کی حاضری توقع سے بہت زیادہ تھی۔ تمام خواتین میں مرکز کی طرف سے تنظیم اسلامی کا تعارف بہت خوبصورت پمفلٹس کی شکل میں تقسیم کیا گیا۔

آخر میں محترمہ ناظمہ اجتماع نے تمام کارکن رفیقات قرآن کالج اور قرآن اکیڈمی کے ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جو اس اجتماع کے انعقاد کے لئے دن رات کام کرتے رہے۔ [illegible]

بقیہ : اداریہ

5) سودی معیشت کو ختم کریں تا کہ لوگ اپنے سرمائے کو صنعتوں میں انویسٹ کرنے پر مجبور ہوں اور ملکی پیداوار میں اضافہ ہو۔ غیر ملکی قرضے کبھی ہمارے معاشی مسائل حل نہیں کر سکیں گے۔

6) پاکستان کی دفاعی صنعت نے شاندار ترقی کی ہے لیکن دفاعی ساز و سامان کی درآمد درحقیقت مالی ذرائع ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ دفاع کے لئے اپنے وسائل پر اکتفا کیا جائے۔

7) امریکہ کو مشتعل نہ کیا جائے لیکن اپنی خودمختاری آزادی اور وقار پر حرف نہ آنے دیا جائے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ملک کو داخلی استحکام نصیب ہو جائے اور حکومت کو عوام کی حمایت اور تعاون ملتا ہو۔

8) ملک میں اداروں کا احترام ہو اور ان کا استحکام حکومت اور اپوزیشن مل کر کریں۔

9) داخلی سطح پر سیاستدان جتنا چاہیں لڑیں لیکن خارجی خطرے کا خلاف ایک مٹھی کی مانند ہوں۔

10) اگرچہ موجودہ صورت حال میں امت مسلمہ کا اتحاد ایک بہت مشکل کام ہے اور محض نعرے کی حیثیت رکھتا ہے لیکن پاکستان اور تمام مسلمان ممالک کے لئے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رہنی چاہئے اور پاکستان کو اس کے لئے لیڈنگ رول ادا کرنا چاہئے۔

تاہم یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ تدبیری نوعیت کے اقدامات تبھی ممکن العمل ہو سکیں گے جب ہم بحیثیت قوم اپنا قبلہ درست کریں اس ملک میں حقیقی اسلام کے قیام کو اولین ترجیح دیں۔ اللہ کی نصرت و حمایت کے حصول کا تیر بہدف نسخہ تو یہی ہے۔ oo

بھولے کی ''بھولی'' باتیں

سرِ راہ بھولے سے ہماری اچانک مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہی بھولا جس کی باتیں آپ مختلف کالم نگاروں کے کالموں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

''ارے بھولے اتنی تیزی سے کہاں جا رہے ہو؟'' ہم نے پوچھا۔

''دراصل میں کسی کالم نگار کی تلاش میں ہوں تاکہ اسے چٹ پٹی باتیں بتا سکوں۔ لیکن آج کوئی کالم نگار ہی نہیں مل رہا۔ چلئے آج آپ ہی سے کام چلا لیتے ہیں۔'' بھولے نے جواب دیا۔

''جی فرمائیے'' ہم نے ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے کہا۔

''یار بات دراصل یہ ہے کہ ایف بی آئی کے چھاپوں کے حوالے سے مجھے کل ہی ایک خیال آیا ہے اسے اگر تم وہ اپنے کالم میں چھاپ دو۔''

''وہ کیا؟''

''یار ہمارے حکمرانوں نے تو ہماری آزادی و خودمختاری کا امریکہ کے ہاتھوں سودا کر ہی دیا ہے تو ہم ان مفاد پرست حکمرانوں کے ہاتھوں کیوں ذلیل ہوں۔ جبکہ یہ حکمران ہم سے ٹیکس تو لیتے ہیں اور بدلے میں ذلت و رسوائی کے سوا ہمیں کچھ دینے کو تیار ہی نہیں۔''

''تم کہہ تو ٹھیک رہے ہو لیکن تمہارے ذہن میں آخر ہے کیا؟''

''میرے خیال میں ہمیں ''من حیث القوم'' امریکہ بہادر سے گزارش کرنی چاہئے کہ وہ ان نااہل حکمرانوں سے ہماری جان چھڑائے اور اپنا کوئی وائسرائے یہاں مقرر کر دے۔''

''تمہارا مطلب ہے ہم خود امریکہ سے امریکہ کی کالونی بننے کی درخواست کریں۔''

''یار ایک تو تم بولتے بہت ہو۔ کیا ہم ابھی امریکہ کی کالونی نہیں ہیں۔ بس فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے حکمران مقامی لوگ ہیں جو امریکہ کے وائسرائے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی امریکی وائسرائے ہوگا تو وہ یہاں ہم سے ٹیکس لے گا تو اس کے بدلے میں ہمیں بہت کچھ دے گا بھی۔''

''مثلاً'' ہم خاموش نہ رہ سکے۔

''یار وہ ہمیں عزت دے گا۔ ملک کو سڑکیں، بہترین ریلوے، کارخانے، ہوائی سروس اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے پر بجٹ کا پیسہ خرچ کرے گا۔ ہر ایک کو تعلیم اور علاج کی سہولتیں میسر ہوں گی۔ جیسی امریکہ میں وہاں کے عوام کو حاصل ہیں۔''

ہمارا دماغ جیسے سن ہونے لگا کہ ہمارے ملک میں اب لوگ یہ سوچنے پر بھی مجبور ہو گئے ہیں۔ ہم نے بمشکل خود کو سنبھالا اور کہا۔

''بھولے لیکن اس طرح ایف بی آئی کے چھاپوں میں تو کمی نہیں آئے گی۔ دوسرے جس حکمران طبقہ سے تم جان چھڑانا چاہتے ہو امریکہ کی چاپلوسی کرکے امریکی وائسرائے کی حکومت میں بھی یہی طبقہ اہم عہدے حاصل کرے گا اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔''

یہ سن کر بھولے کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ ہم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''بھولے ان مفاد پرست طبقات، جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں سے جان چھڑانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرم ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں باطل نظام کے خلاف جدوجہد کی اور اسلام کا وہ عادلانہ نظام اجتماعی قائم کیا جسے دنیا خلافت راشدہ کہتی ہے۔ اگر ہم ایک امیر کی قیادت میں منظم ہو کر پہلے خود دین اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں اور پھر اس باطل نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو نہ صرف یہ کہ ہمارے ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا بلکہ ہم دنیا کے سامنے اس نظام کو مثال کے طور پر پیش کر سکیں گے اور یہ دنیا جو اس وقت امریکہ اور یہود کے نظام کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے خود اس نظام کو قبول کرے گی اور پھر یہ دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔''

بھولا خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا تھا اور ہم سوچ رہے تھے

''بھولا واقعی بھولا ہے!!''

Vol. 11 Regd.CPL No.127 No.51

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Ways to Domination

The world mastering demi-gods in Washington understand that they can never win their "clash of civilisations" with conventional warfare alone. Instead they plan incidents like 9/11 and Bali to legitimise their cause, to radicalise disinterested public, to disrupt the lives and livelihoods of those who would prefer not to be involved and to provoke their opponents into actions that drive more people into their camp.

The past fourteen months have conclusively proved that the pre-conventional-war-violence - called terrorist activities - is mainly carried out by agencies connected to Washington and Tel Aviv. This terrorism and the subsequent atrocities of UN-approved war reinforces the sinking feeling that all those, who seem determined to stand shoulder to shoulder with the US and its Allies in the "war on terrorism," are playing right into the terrorists' hands.

The Taliban did not rule Indonesia, nor was it providing "safe heavens" to "Arab guests." Bali nightclub was not even a likely target for al-Qaeda. According to BBC correspondent, Bali Club had "no strategic value." It didn't "hurt a Western government, and it was not a favoured haunt of al-Qaeda's preferred targets: Americans and Jews." It is wrong to assume that Indonesia's economic, social and political problems radicalised the population or turned it into a terrorist asset to the extent that they didn't give a second thought to killing hundreds of human beings without a reason.

To understand why the attack was so clever, one needs to appreciate the target: Indonesia, where resistance to the US "war on terrorism" was been on the rise. Like Pakistan, religious parties were gathering mass and momentum. But most importantly, the nearby Australians started demonstrating an increasing resistance to the US war on Iraq. Just a few weeks ago, the US Ambassador to Australia warned the Australians in a TV interview that they were not immune to Al Qaeda style terrorist action.

Many who watched this interview gleaned his words to actually being an implied threat of terrorist action if the Australians did not mend their non-compliant ways. Within a few days came fresh Al Jazeera announcements that Osama bin Laden was alive and well, and a message, threatening terrorist attacks against both French and German interests.

These news items were immediately followed by a "terrorist" attack - an explosive-laden motor boat against a French Super-Tanker off the coast of Yemen. Simultaneously, so-called terror analysts, such as Rohan Gunaratna, the author of "Inside Al Qaeda," issued specific warnings that Al Qaeda members have been trained to destroy targets in Australia. Gunaratna went to the extent of stating that he had been given the information during de-briefings of captured Al Qaeda members. Interesting to ask is the question as to how did he got access to these prisoners - the most tightly held since the Gulag Archipelago.

Then came the despicable "terrorist" bombings of two nightclubs in Bali - frequented predominantly by holidaying Australians, Germans, Dutch, English, and Indonesian-Balinese. They were not occupying Al Qaeda's homeland, nor were their armies slaughtering their brothers and sisters like the Israelis. Just what sort of Al-Qaeda or Saddam or any "Muslim terrorist" threatens to bomb the persons and interests of common people who are basically against the US plans to dominate the world by force?

Why would "Muslim terrorists" try to erode their support among European masses for the cause of Palestinian state or lifting of sanctions on Iraq, etc.? And this must get us worried over the direction of the US policy - the suspected party at work here. One that wants to push the peoples of France, Germany, Holland, Britain, and Australia into the US-led "Clash of Civilisations" against the Muslim world - one that wants to strike at the roots of Islam.

On the other hand, propaganda is in full swing to demonise as many Islamic parties and groups as possible. The American media immediately started accusing Jamaat Islamiya of the bombing. USA Today actually suggests that Osama and Co. did it: "Al-Qaeda suspected in Bali." The Wall Street Journal and NYT gave more than a passing reference to Jemaah Islamiyah. The papers also accused head of JI, Abu Bakar Bashir, of ties with Al Qaeda.

According to Washington Post, the US has threatened to name Jemaah Islamiyah a terrorist group, but it hasn't yet done so. Efforts are also underway to keep the American public fully indoctrinated. The first sentence of the NYT's lead partially quotes Rumsfeld: "America's leaders must quickly judge when diplomacy has failed, then 'act forcefully, early, during the pre-crisis period' to foil an attack on the nation." Similarly, Australian analysts followed the lead. David Jenkins concluded that Indonesia has a "deepening problem with radicalised Islam."

Meanwhile, Afghanistan is occupied, Palestinians are butchered on daily basis and plans to invade Iraq proceed. The demi-gods in Washington have offered many different explanations, some of them mutually contradictory, for their determination to occupy Baghdad. It is absolutely not like the man who looks for his keys on the sidewalk, even though he dropped them in a nearby alley, because he can see better under the streetlight. These gods want to fight a conventional war to occupy Muslim country after country; since catching Osama in the alley will not fulfil the American dream, the demi-gods stage terrorist attacks, invade countries, at will. And watching from the alley, Muslim after Muslim is turning into Osama.

❖❖❖